ہے، اس کا قلمی نسخہ ریاست رامپور کے کتبخانہ میں ہے، مولانا امتیاز علی خاں صاحب عرشی نے اسکی
تصحیح کرکے شائع کیا ہے، اس قسم کی جدتوں کی حیثیت ذہنی اپج سے زیادہ نہیں ہوتی، سلک گوہر
بھی اسی قبیل کی اپج ہے، اس میں نقطہ دار حروف کے علاوہ ٹ، ڈ اور ڑ بھی جن پر اس زمانہ میں ط
کے بجائے نقطے لگائے جاتے ہیں استعمال نہیں کئے ہیں، اس سے مصحح کے بقول، عبارت کی سانس
ور گھٹ گئی ہے، اور کتاب چیستان بن کر رہ گئی ہے، تاہم عبارت کا اجمالی مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے،
اور یہ کتاب ایک قدیم ادبی یادگار کی حیثیت سے قابل قدر ہے،

سلک گہر مجلد اول مؤلفہ جناب جاوید انصاری تقطیع چھوٹی ضخامت ۸۰، ۳ صفحے،
کاغذ کتابت وطباعت بہتر، قیمت عہ/ پتہ:- جاوید انصاری صاحب برہان پور،

دکن کا علاقہ اردو زبان کا مولد و منشا ہے، اس کے اثر سے اس کے پڑوسی صوبہ متوسط و
برار میں بھی ہمیشہ شعر و سخن کا مذاق رہا، جو اب بھی قائم ہے، خصوصاً برہان پور کو تو ایک زمانہ
تک اس نواح میں علمی و ادبی مرکز کی حیثیت حاصل رہی ہے، اسی سرزمین کے ایک نوجوان صاحب قلم
جاوید انصاری نے صوبہ متوسط و برار کے قدیم شعراء کا یہ تذکرہ مرتب کیا ہے، اس میں بیاسی ۸۲
شعراء کے مختصر حالات اور ان کے کلام کا نمونہ دیا ہے، مؤلف کی یہ ادبی خدمت قابل قدر ہے،

نعت حضور از جناب بہزاد لکھنوی تقطیع چھوٹی ضخامت ۴۴ صفحات،
کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت مجلد ۲/ پتہ مکتبہ برہان جامع مسجد دہلی،

مصنف کے کلام کی شہرت تعارف سے مستغنی ہے، ان کی نعتیں خصوصیت کے ساتھ
زیادہ پرکیف ہوتی ہیں، اس میں وہ اپنے معاصرین میں ممتاز ہیں، نعت حضور جیسا کہ اس کے
نام سے ظاہر ہے ان کی ۴۰ نعتیہ نظموں کا مجموعہ ہے، یہ نعتیں حسن ظاہر اور جمال معنی سے
آراستہ اور نہایت موثر و دلپذیر ہیں انہیں شاعر کے اخلاص عقیدت کی روح جھلکتی ہوئی م

جلد ۶۴ ماہ شوال المکرم ۱۳۶۸ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۴۹ء عدد ۲

مضامین

شذرات

پرشوتم داس ٹنڈن جی نے ادھر چند دنون سے کلام مجید کی جانب توجہ کی ہے اور اس کے متعلق ایک مرتبہ دہلی اور حال مین بلند شہر کی ایک تقریر مین اظہار خیال فرمایا ہے جس مین انھون نے مصطفےٰ کمال کی جانب منسوب اس قول کو سراہا ہے، کہ تیرہ سو سال پرانی کتاب اس زمانہ مین کام نہین دے سکتی، اور کلام مجید کو بھی ان مذہبی کتابون مین شامل کیا ہے جو انسانون کی بنائی ہوئی ہین جن سے غلطیان ممکن ہین اور کلام مجید کی خوبی کے اعتراف کے باوجود اس کے ان مقامات مین ان کو انسانی ہمدردی کی سچی خوبصورتی مین کمی نظر آتی ہے جہان انکے خیال کے مطابق کافرون کے نفرت کی تبلیغ ہے، (نیشنل ہیرلڈ، ۲ اگست) ان مین سے ہر چیز قابل بحث ہے، اولاً مصطفےٰ کمال کی جانب منسوب قول کی نسبت کی صحت کی کوئی دلیل نہین، اور اگر بالفرض اس کو صحیح مان بھی لیا جائے، تو اسکی حیثیت خرافات سے زیادہ نہین، قرآن کے بارہ مین مصطفےٰ کمال کیا اُن سے بھی بڑے کسی انسان کی رائے کی کیا وقعت ہو سکتی ہے؛ غالباً ٹنڈن جی کو یہ سُن کر دکھ ہو گا کہ اب انھی مصطفےٰ کمال کے وطن مین حکومت کی جانب سے اسی تیرہ سو سال پرانی کتاب کی تعلیمات کو زندہ کرنے کی کوشش ہو رہی ہے، ٹنڈن جی کے ذاتی خیال سے بحث نہین لیکن ہر مسلمان کا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ قرآن انسان کی نہین بلکہ خدا کی بنائی ہوئی کتاب ہے جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ مسلمان نہین نفرت پھیلانے کا مفہوم و مقصد بھی بحث طلب ہے،

اسلام اور قرآن مجید کا سب سے بڑا اور بنیادی مقصد توحید کی تعلیم ہے جس مین خدا کی وحدانیت کے اقرار کے ساتھ سارے فضائل اخلاق پر عمل داخل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مین مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہون گویا توحید ایک تخم ہے جس مین مکارم اخلاق کے سارے برگ و بار پنہان ہین، ان پر عمل کے بغیر توحید کی تکمیل نہین ہوتی؛

اس کے مقابلہ مین کفر نام ہے خدا اور اس کے احکام کے انکار، شرک اور اُن سے پیدا شدہ رذائل کا، اور دنیا مین کسی نیکی اور بھلائی کی تعلیم و تبلیغ اس کی ضد کی بُرائی ظاہر کئے بغیر نہین ہو سکتی، جب سچائی، اخلاص، دیانت یا اور اس قبیل کی کسی چیز کی تعلیم دیجائیگی تو جھوٹ، نفاق اور خیانت وغیرہ کی خرابی بھی ظاہر کیجائیگی، اس قسم کی بُرائی یا مذمت سے دنیا کی کوئی تعلیم و تبلیغ بھی خالی نہین ہے اور بُرائی اور اسمین مبتلا انسان کی مذمت مین کوئی فرق نہین، اگر چوری بُری چیز ہے تو چور کو بُرا کہنے مین کیا قباحت ہے، قرآن نے اس سے زیادہ اور کچھ نہین کیا ہے کہ کفر اور شرک کیساتھ اس پر اڑے رہنے والون کی مذمت کی ہے، اگر اسکو نفرت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے تو ایسی نفرت کو دنیا کا کوئی اخلاقی ضابطہ قابلِ اعتراض نہین کہہ سکتا، ورنہ پھر کسی بُرائی کی اصلاح ہی نہین ہو سکتی، اگر نہایت پست سیاسی مقاصد کے لئے انسانون مین نفرت پھیلانا خدمتِ وطن کہا جا سکتا ہے تو دین و ملت، حق و صداقت، اور عالم انسانیت کی فلاح کے لئے برے انسانون کے خلاف نفرت پھیلانا کیون بُرا ہے،

یہ تو ہمارا خود ساختہ مفروضہ ہے کہ ایسی نفرت بھی سچی انسانی ہمدردی کی خوبصورتی کے خلاف ہے، بُرائیون مین مبتلا انسانون کی سچی ہمدردی تو یہ ہے کہ اُن کی اصلاح کے لئے ان بُرائیون کی خرابیان برملا ظاہر کیجائین، اور جو لوگ اس سے باز نہ آئین انکی مذمت کیجائے، ورنہ اگر ٹنڈن جی کی مفروضہ انسانی ہمدردی کی خوبصورتی کا لحاظ رکھا جائے تو خرابیون کی اصلاح ہی ممکن نہین ہے، درحقیقت ٹنڈن جی کو کفر و شرک یا کفار و مشرکین کی مذمت اس لئے قابلِ اعتراض نظر آئی اور انھون نے اسکو نفرت سے تعبیر کیا ہے کہ انھون نے کفار و مشرکین سے مراد موجودہ زمانہ کے غیر مسلمون کو لے لیا ہے، جو صحیح نہین ہے، قرآن کی دعوت توحید کے مخاطب تو بلاشبہ ہر زمانہ کے منکرین خدا اور مشرکین ہین لیکن جن کفار کے خلاف نفرت کی تبلیغ پر ان کو اعتراض ہے اس سے مراد عرب کے وہ کفار ہین جو اسلام اور مسلمانون کے دشمن اور اُن کے مٹانے کے درپے تھے اور تبلیغ اسلام مین رکاوٹین ڈالتے تھے، اس کے باوجود قرآن نے ان دشمنان اسلام کے ساتھ بھی جادۂ اعتدال پر قائم رہنے کا حکم دیا ہے کہ "کسی قوم کی دشمنی کے سبب سے انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو، عدل پر قائم رہو" یا "اگر وہ صلح و آشتی کے لئے آمادہ ہون تو تم بھی اس کا جواب صلح و آشتی سے دو" اس سے زیادہ انسانی ہمدردی کی سچی خوبصورتی اور کیا ہو سکتی ہے،

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس مسلمانون کا پرانا ادارہ ہے اور ایک زمانہ مین اُن کی مفید تعلیمی خدمات انجام دے چکا ہے،

لیکن ادھر عرصہ سے بے جان تھا، اب اسکی جدید تنظیم عمل مین آئی ہے اور اسکی جانب سے امداد کے لئے اپیل شائع ہوئی ہے، مسلمانون کی موجودہ ضروریات کے پیش نظر اس ادارہ کا بقا ضروری ہے اسلئے انکو اسکے لائف ممبر یا معاون خاص و عام بنکر جس کی فیس علی الترتیب ۲۵، ۱۰، اک مشت یا دس اور پانچ روپیے سالانہ ہے اس کی مدد کرنا چاہئے اور ادارہ کا فرض ہے کہ وہ کاغذی تجویزون اور رزولیشنون کے بجائے تعلیمی کامون مین عملی جدوجہد کو کام مین لائے،

اس وقت سب سے زیادہ اہم مسئلہ مسلمان بچون کی ابتدائی تعلیم کا ہے، ڈسٹرکٹ بورڈون اور میونسپلٹیون کے پرائمری اسکول خالص "ودیا مندر" ہین جن کا مقصد ہندو تہذیب و تمدن کا احیا ہے اسلئے ان کا نصاب، طریقہ تعلیم، ماحول سب اسی کے مطابق ہے، ان مین مسلمانون کی ضروریات کا مطلق کوئی لحاظ نہین، زبان تمام تر ہندی ہے، تاریخ، جغرافیہ اور حساب وغیرہ فنون کے نام تک بدل دیئے گئے ہین، اس کی ریڈرون مین ہندوؤن کے قصص و حکایات کے علاوہ مسلمانون کی تاریخ و روایات کا کہین گذر نہین، اُن کو پڑھکر مسلمان بچون کا کیا انجام ہوگا، مسلمانون کے جن مکاتب کی گورنمنٹ مدد کرتی ہے ان مین بھی مذکورہ بالا نصاب پڑھانا ضروری ہے، البتہ نصاب سے الگ دو ایک کتابین بھی پڑھائی جاسکتی ہین لیکن ایسی کتابین ہر جگہ نہین ملتین، اس بارہ مین گورنمنٹ سے کسی قسم کی توقع رکھنا سخت نادانی ہے، زبانی وعدون کا کوئی اعتبار، اسکی طے شدہ پالیسی کے خلاف کچھ نہین ہوسکتا، جمعیۃ العلماء نے ابتدائی تعلیم کو اپنے پروگرام مین رکھا ہے، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس جدید تنظیم مین جمعیۃ سے قریب ہوگئی ہے اسلئے ان دونون کو مل کر اس کام کو اپنے ہاتھ مین لینا چاہئے اور اس کیلئے پوری تنظیم کے ساتھ عملی جدوجہد کو کام مین لانا چاہئے اگر ابتدائی تعلیم کا مسئلہ حل نہ ہوسکا تو چند پشتون مین مسلمان مسلمان باقی نہ رہینگے، اس شمع گر گردنی است چارۂ مجنون کنون کنید،

حضرت الاستاذ مدظلہ ایک مرتبہ حج بیت اللہ کے شرف سے مشرف ہوچکے ہین اس سال دوسری مرتبہ مع اہل و عیال حج و زیارت کا ارادہ رکھتے ہین، ان سطور کی اشاعت کے وقت سفر کا آغاز ہوگیا ہوگا، اللہ تعالیٰ حج مبرور عطا فرمائے اور بخیر و عافیت واپس لائے،

مقالات

حضرت ایوب علیہ السلام

از

مولانا ابوالجلال صاحب ندوی

"مولانا ابو الجلال صاحب ندوی اعلام القرآن کے نام سے جو کتاب لکھ رہے ہین اسکے بعض ٹکڑے معارف مین چھپ چکے ہین، ان کو اہل علم نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اسلئے آج اس کی ایک اور قسط ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے۔"

سورۂ نساء مین چند پیغمبرون کے نام لیکر خدا نے فرمایا کہ ہم نے آپ پر بھی اسی طرح وحی نازل کی ہے، جس طرح فلان فلان انبیاء پر وحی نازل کی تھی، ان پیغمبرون مین سے ایک حضرت ایوب علیہ السلام ہین، اُن کا ذکر سورۂ انعام مین بھی ان پیغمبرون کے ذکر کے ساتھ وارد ہے، جن کی بابت خدا نے فرمایا کہ

"یہ وہ لوگ ہین جن کو خدا نے ہدایت دی تھی، تم بھی اُن کی رہنمائی کی اقتدا کرو"

سورۂ انبیاء اور سورۂ صاد مین حضرت ایوبؑ کی زندگی کے کچھ واقعات مذکور ہین، ان دونون سورتون کو ملا کر بھی اُن کی زندگی کا پورا حال نہین معلوم ہوتا، قصہ کے اندر واقعات کی خلائین نظر آتی ہین جن کو روایت سے پر کرنے مین بے حد احتیاط کی ضرورت ہے،

سورۂ صاد مین خدا نے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ کفار جو باتین بولتے ہین اُن پر صبر کرو،

پھر حضرت داؤدؑ وغیرہ چند انبیاء کا جن مین سے ایک حضرت ایوبؑ ہین، تذکرہ سنا کر یہ بتانے کا حکم دیا کہ

کل من الاخیار	سب کے سب بھلے لوگ تھے،

پھر بُرون اور بھلون کا انجام بتا کر فرمایا کہ جہنم مین شریر لوگ ایک دوسرے سے پوچھین گے کہ

مالنا لا نرٰی رجالاً کنا نعدھم	ہم کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم اُن مردون کو
من الاشرار اتخذناھم سخریا	نہین دیکھ رہے ہین، جن کو ہم اشرار سمجھتے
ام زاغت عنھم الابصار	تھے، کیا واقعی ہمارا قول مذاق ہی تھا، یا
	ان کو دیکھنے سے ہماری آنکھین چوک رہی ہین

اس سے ظاہر ہے کہ سورۂ صاد کی آیتین اس لئے اُترین کہ کچھ کفار نے حضرت ایوبؑ وغیرہ کو اشرار اور اہل نار مین سے بتایا تھا، ان کفار کو حضرت ایوبؑ کا قصہ معلوم تھا، اس قصہ مین کچھ باتین قابلِ اصلاح تھین، قرآن مین خدا نے پورا قصہ دہرانے کی بجائے صرف قابلِ اصلاح اجزاء کی اصلاح پر اکتفا کیا ہے،

بائبل مین ایک کتاب سفر ایوب ہے، مفسرین نے قصہ ایوب مین جو روایتین نقل کی ہین، اُن کا بڑا حصہ اسی کتاب سے ماخوذ نظر آتا ہے، اس لئے ہم مفسرون کی روایتون کے بدلے اسی کتاب کو سامنے رکھ کر ان کا وہ قصہ معلوم کرین گے، جس کی قرآن مجید نے اصلاح کی ہے،

سفر ایوب | سفر ایوب ۴۲ ابواب کا مجموعہ ہے، اس کتاب کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ایوبؑ پر مصیبت پڑی، اُن کے تین دوست اُن کی عیادت کو آئے، اُن کی آمد کے بعد حضرت ایوبؑ نے اپنی مصیبت کا دکھڑا اُن کو سنایا، ان دوستون کا خیال یہ تھا کہ خدا کا قہر بے سبب نہین ہو سکتا، ضرور حضرت ایوب سے دانستہ یا نادانستہ خدا کا گناہ سرزد ہوا ہے، یہ احباب اُن کو سمجھانے لگے کہ خدا کی تنبیہ سے اثر لو، اور اپنی بُرائی کو دور کرو، حضرت ایوبؑ کو اپنی بے گناہی کا پورا یقین تھا، ان کا خیال یہ تھا کہ ایسی مصیبتین بُرون ہی پر نہین، بلکہ اچھون پر بھی آتی ہین، اس پر حضرت ایوبؑ اور اُن کے دوستون مین بحثین ہوئین، بالآخر ان بحثون کا

فیصلہ خود خدا نے یہ فرمایا کہ حضرت ایوبؑ کی باتین ان سے بحث کرنے والون سے زیادہ حق بجانب تھین،

سفر ایوب کو تین حصون پر تقسیم کیا جا سکتا ہے،

۱- باب ۳ تا ۳۱ - حضرت ایوبؑ کے تین دوستون کی حضرت ایوبؑ کے ساتھ بحث اور ۳۸:۱ تا ۴۲:۸ خدا کا فیصلہ، یہ حصہ نظم ہے،

۲- باب ۱ و باب ۴۲: ۹ تا ۱۷، یہ حصہ نثر ہے، اس کا مؤلف کوئی اور ہے، جس نے کتاب کا مقدمہ اور تتمہ لکھا ہے،

۳- باب ۳۲ تا ۳۷، ایک چوتھے شخص الیہو کا کلام ہے، جس نے حضرت ایوبؑ کو یہ کہنے پر سخت ملامت کی کہ "مین پاک ہون گناہ سے مبرا ہون مجھ مین بدی نہین ہے" اور بڑی بلاغت کے ساتھ اُن کو گناہ گار ثابت کرنے کی کوشش کی، یہ حصہ بھی نظم ہے، مگر مقدمہ اور تتمہ لکھنے والے نے اس شخص کا ذکر نہین کیا ہے، اس کو بعد کا اضافہ قرار دیا جا سکتا ہے،

سورہ صاد کے نزول کے پیشتر جن لوگون نے حضرت ایوبؑ کو اشرار مین سے بتایا تھا، وہ الیہو کے کلام پر یقین رکھتے تھے، انہی کی تردید کے لئے خدا نے سورۂ صاد مین فرمایا

"لوگ جو باتین بولتے ہین اس پر صبر کرو ...... (۳:۲)

اور ہمارے بندہ ایوب کا ذکر کرو .... (۱۰۴) وہ اچھا بندہ تھا (۴۰۴)

ترجمۂ اسم | سورۂ صاد مین حضرت ایوبؑ وغیرہ کو اخیار مین سے بتانے کے بعد خدا نے کفار کی بابت جو یہ کہا ہے کہ یہ لوگ باہم جہنم مین ایک دوسرے سے پوچھین گے کہ بات کیا ہے جو ہم کو وہ مرد نہین دکھائی دیتے ہین جن کو ہم اشرار خیال کرتے تھے، اس سے ظاہر ہے کہ کفار آپ کو جہنم کا حقدار بھی بتاتے تھے، ان کے اس خیال کی بنیاد بھی ہم کو سفر ایوب مین ملتی ہے، حضرت ایوبؑ کا یہ نام عبرانی لفظ ایّہ (دشمنی) سے مشتق ہے، اُدیب کے معنی ہین دشمن، چنانچہ سفر ایوب کا مؤلف ایک موقع پر حضرت ایوبؑ کی زبان

سے کہتا ہے،

لماذا تخفى وجهك وتحسبنى عدواً لك (۱۳-۲۴)	تو اپنا چہرہ کیون چھپاتا ہے، اور مجھے اپنا دشمن جانتا ہے،

اَیوب اور اِیّوب کے معنی ہین "وہ جس کے ساتھ دشمنی برتی گئی" کفار کا خیال تھا کہ ان کو ایوب اس لئے کہا گیا کہ خدا ان کا دشمن تھا، مگر لفظ ایوب کا ایک مفہوم ستم رسیدہ بھی ہے، قرآن مین ایک جگہ حضرت ایوبؑ کا قول مذکور ہے کہ انی مسنی الضر، اس کا عبرانی ترجمہ "انو کی ایوب" ہو سکتا ہے، حضرت ایوبؑ کی وجہ تسمیہ یہی ہے،

عقیدۂ اشرار جن اشرار نے حضرت ایوبؑ کو منجملہ اشرار اور مستحقِ نار بتایا تھا، ان کے خیال کی ایک بنیاد یہ بھی ہے، کہ سفر ایوب کے مؤلف نے حضرت ایوبؑ کی زبان سے یہ بھی کہا ہے کہ

"اپنا ہاتھ اٹھا اور مجھے الگ رہ کر مین ذرا دم لیلون، اس سے پہلے کہ مین صلموت اور تاریکی کے دیس مین جاؤن، اس دیس مین جہان تاریکی اور صلموت ہے، اور جہان کی روشنی بھی تاریکی کی سی ہے (ایوب ۱۰: ۲۱ و ۲۲)

صلموت اگر ایک لفظ ہے تو عربی "ظلمات" کا مرادف ہے، ورنہ ظلِ موت (موت کی چھاؤن) کا مرادف ہے، صلموت سے حضرت ایوبؑ کی مراد عدم آباد ہے، لیکن الالات کی بحث مین ہم بتا چکے ہین کہ مشرکین کے تصور مین ظلمات کا دیس وہی چیز تھا جس کو ہم جہنم کہتے ہین، سفر ایوب کی ان باتون کی بنا پر کفار نے حضرت ایوبؑ کی شان مین گستاخی کی تھی، اس لئے سورۂ صاد مین خدا نے کفار کی باتون کو صبر سے سن کر حضرت ایوبؑ وغیرہ کا ٹھیک ٹھیک ذکر سنانے کا حکم دیا،

قرآن مین خدا نے چونکہ حضرت ایوبؑ کا پورا قصہ نہین بیان کیا ہے، صرف چند مختصر فقرے اس قسم کے نازل فرمائے جن سے اندازہ ہوتا ہو کہ ان کے قصہ مین جس قدر قابلِ اصلاح باتین تھیں انہی

کی اصلاح پر خدا نے اکتفا کر کے یہ حکم دیا ہو کہ حضرت ایوبؑ کا ٹھیک ٹھیک قصہ سناؤ، اس لئے قرآنی آیتون کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اُن کے قصہ کی قدیم شکل سامنے رکھ کر قرآن پر غور کیا جائے،

روایت قدیم سفر ایوب کے اس حصۂ نظم سے جس مین حضرت ایوبؑ اور اُن کے دوستون کی بحث مذکور ہے، حضرت ایوبؑ کی بابت حسب ذیل باتین معلوم ہوتی ہین،

۱- ایک زمانہ مین وہ اپنی قوم کے اندر حاکمانہ شان رکھتے تھے، چنانچہ سفر ایوب کا ناظم اُن کی زبان سے بولتا ہے،

"کاش مین ایسا ہوتا جیسا پچھلی تاریخون[1] مین تھا (۲۹: ۲) جب مین اپنے قدم دودھ سے دھوتا تھا،...... جب مین شہر سے ہو کر پھاٹک کی عدالت گاہ کو جاتا، اور چوک مین اپنی کرسی رکھتا تھا، تو جوان مجھے دیکھ کر چھپ جاتے تھے، بوڑھے کھڑے ہو جاتے تھے، رئیس بولنے سے باز رہتے تھے، اور اپنے ہاتھ اپنے سینون پر رکھتے تھے، امراء چپ ہو جاتے تھے، اور اُن کی زبانین تالو سے لگ جاتی تھین (۲۹: ۷-۱۰) صداقت میرا لباس تھی، عدالت میرا پردہ تھی، انصاف میرا عمامہ تھا، مین اندھون کی آنکھین تھا، لنگڑون کے پاؤن تھا، (۲۹: ۱۴) مین نے بے انصاف کے داڑھ توڑے اور لوٹ کا مال اس کے دانتون سے نکال لیا (۲۹-۱۷) مین اُن کے لئے راہ چنتا تھا، سرداری کرتا تھا، اور لشکرون مین بادشاہ کی طرح رہتا تھا، اس کی طرح جو کہ غمگینون کو تسلی دیتا ہے (۲۹: ۲۵)

---

[1] عبرانی لفظ یار یحون بمعنی مہینون، تاریخ کو بعض لوگ مورخ سے اور مورخ کو فارسی لفظ ماہ و روز سے مشتق مانتے ہین، یہ ویسا ہی اشتقاق ہے، جیسا ڈکورٹیشن کو ڈکھورے شان بتانا، دراصل لفظ تاریخ قدیم عبرانی لفظ یاریخ تھا،

"مین رحم کے اندر ہی مر کیون نہ گیا، پیٹ سے نکلتے ہی مین نے جان کھو دی ہوتی، (۳: ۱۱)

تاکہ اب تک چپ چاپ پڑا رہتا، سوتا رہتا، آرام کرتا ہوتا، بادشاہون اور مشیران ملک

کے ساتھ جنھون نے اپنے لئے خرابات[1] بنوائے، (۳: ۱۲)

۲- پھر حضرت ایوبؑ پر کچھ ایسی افتاد پڑی کہ سفر ایوب کا ناظم حضرت ایوبؑ کی زبان سے کہتا ہے،

"مین اُن پر ہنستا تھا گر وہ نڈر نہ ہوتے تھے، میرے چہرے کا نور گرانہ دیتے تھے، (۲۹: ۲۴)

اب تو چھوٹے چھوٹے بچے بھی مجھ سے ٹھٹھول کرتے ہین، (۳۰: ۱)

۳- یہ حالت اس لئے ہو گئی تھی کہ اُن کی حکومت جاتی رہی چنانچہ ناظم مباحثہ حضرت ایوبؑ کی

زبان سے کہتا ہے،

"زمین شریرون کے ہاتھ مین چھوڑ دی گئی (۹: ۲۴) نئی نئی فوجین مجھ پر چڑھ آئین (۱۰: ۱۷)

خدا نے مجھے بے انصافون کے حوالہ کیا، اور بے دینون کے ہاتھ مین ڈال دیا ہے (۱۶: ۱۱)

اس کے تیر اندازون نے مجھے گھیرا (۱۶: ۱۲) اس نے مجھے شکست بر شکست دیکے توڑا، (۱۶: ۱۴)

۴- یہ مصیبت تو تھی ہی، اس پر اضافہ یہ ہوا کہ اس نے میرے بھائیون کو مجھ سے دور کیا، میرے

ہمدم بیگانے ہوگئے، میرے رشتہ دار مجھ سے دور ہوگئے، (۱۹: ۱۳) خداوندا تو نے میرا سارا خاندان

برباد کر دیا ہے، (۱۶: ۷)

(۵) حکومت گئی، اقربا بچھڑے، بے دینون کے قبضہ مین گرفتار ہوگئے؛ ان مصائب پر ایک

چوتھی مصیبت کا اضافہ ہوا، وہ یہ کہ ان کا بدن بگڑ گیا، چنانچہ حضرت ایوبؑ کی زبان سے ناظم کہتا ہے،

لبش لبشری دمه وجیش عوفر — میرا بدن کیڑون سے اور خاک کے ڈھیلون

عوری راجع ویماء (۷: ۵) — سے ملتبس ہے میرا چمڑا سمٹتا ہے اور گھلتا ہے،

---

[1] عبرانی حروبوت مراد مقبرے،

۷- ان تمام مصیبتون پر غم بالائے غم ان کو یہ تھا کہ

لعبدی قراتی ولا یعنه بموفی اتحنن — مین نے اپنے چاکر کو پکارا اس نے جواب

لودوحی زاره لاشتی وحنوتی لبنو بطنی — نہ دیا، مین نے اپنی زبان سے اس کی منت

(۱۹: ۱۷) — کی، میری جان سے میری جورو کو، اور میری

منت سے میرے پیٹ کے بیٹون کو نفرت ہے،

یہ ہے حضرت ایوبؑ کے حالات کا خلاصہ جو حضرت ایوبؑ اور ان کے دوستون کی اس گفتگو سے

ماخوذ ہے، جسے سفر ایوب کے ناظم نے بیان کیا ہے، نثر مین جس نے مقدمہ اور تتمہ لکھا ہے، اس کا بیان یہ

ہے کہ حضرت ایوبؑ سرزمین عوص کے باشندے تھے، اور بنی قدم مین سب سے زیادہ معزز تھے، لیکن

ایک دن شیطان چند اور بنی الوہیم کے ساتھ خدا کے دربار مین حاضر ہوا، خدا نے اس کے سامنے تعریف

کی کہ دنیا بھر مین ایوب جیسا تام (کامل)، یاسر (راستباز) یارئی الوہیم (خدا ترس) اور سر مرع (متقی)

نہین ہے، شیطان نے ان کو آزمانے کی اجازت مانگی، جو مل گئی، تب اس نے ایوب پر آفتین نازل کین

حصہ نظم کے مؤلف کے بیان کے مطابق حضرت ایوبؑ پر دشمنون نے حملہ کیا تھا، مقدمہ نویس ان

حملہ آورون کو اہل سبا کسدی لوگ قرار دے کر ڈاکو بتاتا ہے،

حصہ نظم کے مؤلف کے بیان کے مطابق حضرت ایوبؑ کا بدن بگڑ گیا تھا اس کی وجہ مقدمہ نویس

یہ بتاتا ہے کہ شیطان نے ایوب کو مارا، ایسا کہ تلوے سے چاندی تک اُن کے بدن مین جلتے پھوڑے نکل آئے (۲: ۷)

ناظم کے بیان کے مطابق حضرت ایوبؑ کی بی بی اُن سے نفرت کرنے لگی تھین، مقدمہ نویس کا

بیان ہے کہ اُن کی بی بی نے کہا،

عدك مخزيق بتومتك جارك — اب تک تو اپنے دین پر قائم ہے، خدا کو

الوهيم ومت — سلام[1] بول اور مر جا (۲: ۹)

---

[1] لفظی ترجمہ "مبارک بول" محل کلام بتاتا ہے، کہ مراد اس سے ناتا توڑ لے،

حضرت ایوبؑ نے اسے یہ کہہ کر ڈانٹ دیا کہ تو ایک بے وقوف عورت کی طرح بولی، کیا ہم خدا کی نعمتون کو تو قبول کرین اور اس کی بدی کو قبول نہ کرین"،

مقدمہ نویس نے ان مصائب پر جن کا ذکر ناظم نے کیا ہے، دو مصیبتون کا اور اضافہ کیا ہی اور وہ یہ ہے:-

۱- آسمان سے آگ برسی، سارے نوکر چاکر جل مرے،

۲- آندھی سے گھر گرا، حضرت ایوبؑ کے سات بیٹے اور تین بیٹیان دب مرین،

آخر مین نظم نقل کرنے کے بعد تتمہ نویس لکھتا ہے کہ حضرت ایوبؑ اور اُن کے دوستون کے درمیان جو گفتگو ہوئی، اس کے بعد خدا نے حضرت ایوبؑ پر نوازش فرمائی، اُن کے سب بھائی بہن اور جان پہچان اُن سے آملے، خدا نے اُن کو پہلے سے زیادہ دولت مند بنا دیا، اور پھر سے اُن کو سات بیٹے اور تین بیٹیان عطا کین،

یہ ہے قصۂ ایوب جو ان لوگون کے پیش نظر رہا ہوگا، جن کے حضرت ایوبؑ وغیرہ کو اسرائیلی کہنے کی بنا پر سورہ صاد کی آیتین اترین، اسی قصہ کی بعض باتون کی خدا نے قرآن مین اصلاح فرمائی ہے،

قرآنی فیصلے

ہم نے ابھی بتایا ہے کہ سفر ایوب کے حصۂ نظم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ایوبؑ ایک زمانہ مین حاکمانہ شان رکھتے تھے، اس کی تصدیق صاف لفظون مین تو نہین مگر اشارۃً قرآن مجید بھی کرتا ہے، چنانچہ سورۂ انعام مین حضرت ابراہیمؑ کے ذکر کے بعد خدا نے فرمایا:-

ووھبنا لہ اسحاق ویعقوب کلا — اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب عطا

ھدینا ونوحا ھدینا من قبل و — کئے، ہر ایک کو ہدایت دی، پہلے نوح کو

من ذریتہ داؤد وسلیمان و — ہدایت دی تھی، اور ان کی ذریت مین

ایوب ویوسف وموسیٰ وھارون — سے (۱) داؤد اور سلیمان، اور ایوب اور

وکذلک نجزی المحسنین وزکریا — یوسف اور موسیٰ اور ہارون (دئیے) اور

ویحیٰی وعیسیٰ والیاس وکل من — بھلے کام کرنے والون کو ہم یون جزا دیتے

الصالحین، — ہین اور زکریا اور یحیٰی اور عیسیٰ اور الیاس

اور ان مین ہر ایک صالح تھا،

واسمٰعیل والیسع ویونس ولوطا — اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور

وکلا فضلنا علی العٰلمین — لوط (دئیے) اور ہر ایک کو سارے جہان

(انعام ع ۱۰) — پر فضیلت بخشی،

ان آیتون مین حضرت نوحؑ کے علاوہ جن کے نام کے ساتھ (من قبل) کا لفظ بڑھا کر خدا نے اُن کو حضرت ابراہیمؑ سے قدیم بتایا ہے، باقی تمام افراد حضرت ابراہیمؑ کے بعد گذرے، ترتیب ذکر ان کی تاریخی نہین ہے، حضرت نوحؑ سے پہلے جن دو پیغمبرون کا ذکر کیا ہے، وہ آج یہان بستے تھے اور کل وہان، اُن کے بعد جن پیغمبرون کے نام ہین، وہ مستقل شہرون اور بستیون کے باشندے تھے، ان کو تین گروہون مین تقسیم کیا گیا ہے،

گروہ اول مین سے حضرت داؤد اور حضرت سلیمانؑ بنی اسرائیل کے مشہور بادشاہ تھے، اُن کے بادشاہ ہونے کا ذکر بائبل اور قرآن مین بصراحت وارد ہے، حضرت یوسفؑ کے باب مین اتنا کہنا کافی ہے، کہ وہ خدا کا شکر کرتے تھے کہ

"رب آتیتنی من الملک، (یوسف) — خدایا تو نے مجھے بادشاہی عطا کی ہے،

حضرت ہارون حضرت موسیٰؑ کے وزیر یعنی اُن کے کامون مین اُن کا ہاتھ بٹانے والے تھے، حضرت موسیٰ کی بابت سفر تثنیہ مین ہے،

"وہ یسورون مین بادشاہ تھا، جب قوم کے سردار اکٹھے، اور اسرائیل کے اسباط

ایک تھے، (تثنیہ ۳۳: ۵)

یسورون بنی اسرائیل کا قدیم لقب ہے (یشعیاہ ۴۴: ۲) اس لفظ کے معنی ہین راستباز لوگ،

گروہ دوم کے سارے پیغمبر وہ ہین، جو دوسرے بادشاہون کے ماتحت محکومانہ زندگی بسر کرتے تھے،

گروہ سوم مین سے حضرت اسماعیل ؑ اور حضرت لوط ؑ نہ خود بادشاہ تھے، نہ کسی بادشاہ کی رعایا، حضرت الیاس ؑ اور حضرت الیسع ؑ اپنے زمانہ کے بادشاہون کے مخالف اور ان کے باغی تھے، ان کی بابت بھی کہا جاسکتا ہے، کہ وہ نہ حاکم تھے اور نہ محکوم، حضرت یونس ؑ جس شہر کے باشندون کی اصلاح پر مامور ہوئے، اس کے نہ وہ خود بادشاہ تھے، اور نہ وہان کے بادشاہ کی رعایا تھے، الغرض حضرت نوح کے بعد جن پیغمبرون کا ذکر ہے، ان کو خدا نے تین گروہون مین تقسیم کیا ہے،

۱- ملوک و امراء

۲- محکوم رسل

۳- ایسے رسل جو نہ حاکم تھے نہ محکوم،

حضرت ایوب ؑ کا ذکر گروہ اول مین ہے، اس لئے ہم ان آیتون کو ایوب باب ۲۹ کے مضمون کی تصدیق باور کرتے ہین،

خاندان ایوب | سورۂ انعام کی ان آیتون مین حضرت نوح ؑ کے ذکر کے بعد جن انبیاء کے نام ہین ان مین سے حضرت لوط ؑ حضرت ایوب ؑ اور حضرت یونس ؑ کے علاوہ سب کے سب بنی ابراہیم مین سے ہین، خدا نے حضرت نوح ؑ کے نام کے بعد ان کے ذکر سے پہلے "ومن ذریتہ" اس لئے بڑھایا ہے کہ سب کو ذریت ابراہیم نہ سمجھ لیا جائے، تاہم سب کے سب حضرت ابراہیم کے بمنزلہ ذریت ہونی چاہئین، کیونکہ ان سب کا ذکر اس دین کی تفصیل کے طور پر آیا ہے، جس سے خدا نے حضرت ابراہیم کو نوازا تھا،

حضرت لوط ؑ حضرت ابراہیم ؑ کے بھتیجے تھے، اس لئے وہ حضرت ابراہیم ؑ کے لئے بمنزلہ ذریت تھے، سورۂ بقرہ مین ایک جگہ ( ) فرزندان یعقوب کی زبان سے آبائے یعقوب مین حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق کے ساتھ حضرت اسماعیل ؑ کا ذکر بھی آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ ان دونون کے محاورے کے مطابق آباء مین عمام بھی داخل تھے، جس طرح حضرت اسماعیل ؑ کا شمار آبائے یعقوب مین ہوتا تھا، اسی طرح حضرت ابراہیم کو بھی آبائے لوط مین شمار کیا جاسکتا ہے، حضرت ایوب ؑ اور حضرت یونس ؑ کا نسب بحث طلب ہے، لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ یہ دونون بھی اگر حضرت ابراہیم ؑ کی اولاد نہین تو قرابتمند بمنزلہ اولاد ضرور تھے،

حاکم نے حضرت سمرہ بن جندب رضؓ سے کعب بن مالک کے ایک قول کی تخریج کی ہے، جس مین حضرت ایوب ؑ کے والد بزرگوار کا نام اموص وارد ہے، اس کے بعد محمد بن اسحاق کا ایک قول نقل کیا ہے کہ ان کو وہب بن منبہ کا ارشاد ایک غیر متہم کے توسط سے معلوم ہوا، کہ وہ تھے ایوب بن اموص ابن زارح بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم (ج ۲ ص ۵۸۱) طبری نے بھی ابن اسحاق کے اس قول کو نقل کیا ہے، مگر طبری مین اموص کی بجائے موص چھپا ہے، ( ) اموص اصل مین موص تھا، یہ نام عوص کی تصحیف ہے، حضرت ایوب ؑ کو ابن عوص کہا جاتا تھا، لیکن عوص اُن کے باپ کا نام نہ تھا، بلکہ سفر ایوب مین ہے کہ وہ سرزمین عوص کے باشندے تھے، (۱: ۱) پرانے زمانہ مین ایک مقام کو باشندے کو اس مقام کا فرزند کہا جاتا تھا، چنانچہ سفر ایوب مین باشندگان قدم کے معنی مین بنی قدم کا لفظ آیا ہے، (۱: ۳) اس کی اور مثالین بھی ہین، حضرت ایوب کو باشندۂ عوص ہونے کی وجہ سے ابن عوص کہا جاتا تھا، اس لئے نسب نامہ سے یہ نام حذف کر دینا چاہئے، طبری نے ابن اسحاق کا قول نقل کرنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ ابن اسحاق کے علاوہ دوسری روایات مین موص کے باپ کا نام زارح بن عیص کی بجائے رعویل ابن عیص ہے، توراۃ مین زارح کو رعوایل کا اور ان کو عیسو کا بیٹا بتایا گیا ہے، اس لئے ہم یقین کرتے ہین

کہ وہب بن منبہ نے ایوب بن موص کو زارح بن رعوائل بن عیص کا بیٹا بتایا تھا، موص کا نام حذف کرنے کے بعد حضرت ایوبؑ کا پورا نسب نامہ یون بن جاتا ہے کہ

ایوب بن زارح بن رعوائل بن عیسو،

اس نسب نامہ کو صحیح مان لینے کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام توراتی یوبب بن زارح (تکوین ۳۶: ۳۳) یا اُن کے حقیقی بھائی تھے، فارسٹر نے ایک سریانی تفسیر کے عربی ترجمہ کا حوالہ دیکر حضرت ایوبؑ کو یوبب قرار دیا ہے، یوبب بن زارح ان آٹھ بادشاہون مین سے دوسرے بادشاہ تھے جنھون نے ادوم کے علاقہ مین بنی اسرائیل کے درمیان کسی بادشاہ کے برپا ہونے سے پہلے حکومت کی تھی (تکوین ۳۶: ۳۱)

اس نسب نامہ کی صحت کی صورت مین جس کے غلط ہونے کی کوئی وجہ نہین ہے، حضرت ایوبؑ نہ صرف آل اسحاق سے تھے، بلکہ آل اسماعیل سے بھی تھے، کیونکہ رعوائل کی مان کا نام بشامہ تھا، (تکوین ۳۶: ۱۱) اور یہ حضرت اسماعیلؑ کی بیٹی تھین (تکوین ۳۶: ۳)

طبری نے لکھا ہے کہ

"بعض کا قول ہے کہ وہ تھے ایوب بن موص رعوائل اور ان کے باپ ان میں سے تھے جو حضرت ابراہیمؑ پر اس دن ایمان لائے تھے، جس دن اُن کو نمرود نے آگ میں ڈالا تھا" (طبری)

یہ قول ہمارے نزدیک دو وجہون سے ناقابلِ قبول ہے، ایک تو یہ ہے کہ اس قول کے مطابق حضرت ایوبؑ الیفز تیمانی کے معاصر نہین ثابت ہوتے جن کا ذکر سفر ایوب مین ہے، دوسری یہ ہے کہ اس قول کے مطابق وہ حضرت ابراہیمؑ کی ذریت یا قرابت دار بمنزلہ ذریت نہین ثابت ہوتے، حالانکہ آیات انعام مین اس کی طرف صریح اشارہ ہے کہ وہ حضرت یعقوبؑ جیسے نہین تو حضرت لوطؑ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قرابت مند ضرور تھے،

طبری نے ایک قول غیاث بن ابراہیم کا نقل کیا ہے کہ ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی ماں لوطؑ کی بیٹی تھین اور ان کی جورو لیاہ بنت یعقوب تھین،

یہ قول بھی قابلِ تردید ہے، اس قول کے مطابق حضرت ایوبؑ الیفز تیمانی سے صدیون قبل کے آدمی ثابت ہوتے ہین، علاوہ برین توراۃ کے مطابق لیاہ حضرت یعقوبؑ کی بی بی حضرت یہوداہ کی مان اور حضرت یوسفؑ کی خالہ تھین، اور حضرت لوطؑ کے دو ہی نواسے تھے، مواب اور عمون،

حضرت ایوب کا زمانہ	صحیح نسب نامہ وہی ہے جو وہب بن منبہ نے بیان کیا، اس نسب نامہ کے مطابق حضرت ایوبؑ اور الیفز تیمانی ہم عصر ثابت ہو سکتے ہین، دونون کا نسب نامہ حسب ذیل ہے،

ابراہیم سنہ خ

اسماعیل سنہ خ — اسحاق سنہ خ

بشامہ زوجہ — عیسو — یعقوب سنہ خ

رعوائیل | الیفز | یہوداہ

زارح | تیمن | فارض | یوسف سنہ خ

ایوب | الیفز | حصرون | افرائیم قبل سنہ خ

رام

محمد بن جریر طبری نے تاریخ الرسل والملوک مین حضرت ایوبؑ اور حضرت شعیبؑ کا ذکر حضرت یوسفؑ سے پہلے کیا ہے، اور لکھا ہے،

"ہم نے ان کی خبر اور قصہ کو یوسف علیہ السلام کی خبر اور قصہ پر پہلے اسلئے بیان کیا ہو کہ ذکر کیا جاتا ہے، وہ حضرت یعقوب والد یوسف کے زمانہ مین تھے،

حاکم نے مستدرک مین لکھا ہے کہ لوگون نے حضرت ایوبؑ کے زمانہ بعثت مین اختلاف کیا ہے،

وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ وہ فرزندان ابراہیم سے تھے، یوسف کے بعد...... محمد بن جریر نے ذکر کیا کہ وہ شعیب کے بیٹے تھے، ابو بکر بن ابی خیثمہ نے اس بات کو ترجیح دیا ہے کہ ان کا زمانہ حضرت سلیمانؑ کے بعد تھا،

ہمارے نزدیک مرجح قول وہب بن منبہ کا ہے، ابو بکر بن ابی خیثمہ کے قول کی بنیاد یہ ہے کہ انعام، انبیاء اور ص میں حضرت ایوب کا ذکر حضرت سلیمانؑ کے بعد آیا ہے، اس لئے اکثر لوگ حضرت سلیمانؑ کے بعد اُن کے خیال اور ذکر کے عادی تھے، لیکن ان سورتوں میں انبیاء کا ذکر تاریخی ترتیب نہیں آیا ہے، انعام کی آیتوں کے بارے میں بتایا جا چکا کہ خدا نے ترتیب ذکر میں اُن کی نوعیتوں کا لحاظ رکھا اور اُن کو چار مجموعوں میں تقسیم کیا، مجموعۂ اول میں دو پیغمبر ہیں جو یک مقامی نہ تھے، مجموعۂ دوم میں وہ انبیاء مذکور ہیں، جو ملوک یا امرا تھے، اس مجموعہ کی ترتیب اس حقیقت پر مبنی ہے جس کی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ ان کو حضرت ابراہیم کے حق میں جزاے احسان بتایا ہے، اور وہ حقیقت میں ان کا ملوک ہونا ہے، ترتیب میں اُن کے حاکمانہ اقتدار کے پیمانوں کا لحاظ ہے، مجموعۂ سوم میں صالحیت کے لحاظ سے اور مجموعہ چہارم میں سارے جہان پر فضیلت کی ترتیب مرعی رکھ کر حضرت الیاسؑ، اور حضرت لوطؑ کے تاریخی مقامات بدل دیئے،

سورۂ انبیاء میں انبیاء کے محامد مذکور ہیں، اور ترتیب میں محامد کا لحاظ رکھا گیا ہے،

سورۂ صاد کی بابت بتایا گیا ہے، کہ کفار کے چند انبیاء کو اشرار کہنے کی بنا پر اسی سورہ میں اُن کے تذکرے آئے، اس سورہ میں ۹ انبیاء کا ذکر ہے،

۱۔ حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت ایوبؑ کے قصوں میں سے چند واقعات دہرائے گئے ہیں،

۲۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوبؑ کی بابت قصہ سنائے بغیر اُن کو برگزیدہ اخیار میں سے بتایا، اس جگہ اتفاق کی بات یہ ہے کہ برگزیدگی کی ترتیب اور تاریخی ترتیب ایک ہے،

۳۔ حضرت اسماعیلؑ حضرت الیسع اور حضرت ذو الکفل "برگزیدہ اخیار" کہنے کی جگہ صرف اخیار کہا کیونکہ مجموعۂ دوم کے انبیاء کا درجہ ان سے بلند تھا، اس مجموعہ کی ترتیب میں بھی ان انبیاء کے مدارج خیر و خوبی کا لحاظ ہے اتفاق کی بات ہے کہ تاریخی ترتیب بھی یہی ہوا

مجموعۂ اول کی ترتیب میں کفار کے اقوال کی ترتیب کا لحاظ کیا گیا ہے، اور جس پر جتنا زیادہ سخت اعتراض تھا اتنا ہی قبل اس کا ذکر کیا گیا، حضرت داؤد پر قصہ اوریا کی بنا پر اخلاقی اتہام رکھا جاتا تھا جس کی قرآن کریم نے اپنے طرز بیان سے اصلاح کی ہے، حضرت سلیمانؑ پر جیسا کہ سورۂ بقرکی آیت (وماکفر سلیمان) سے ظاہر ہے کہ کفر کا الزام تھا، حضرت ایوبؑ کو جس دلیل سے شریر کہا جاتا تھا وہ یہ تھی،

"خدا اچھے آدمیوں کو مردود نہیں کرتا (ایوب ۸: ۲۰) تو نے میرے سنتے ہوے کہا میں نے تیری آواز سُنی جو یہ باتیں کہتی تھیں کہ میں پاک ہوں، گناہ سے مبرا ہوں، صاف ہوں مجھ میں بدی نہیں، (ایوب ۳۳: ۹) کیا کوئی شخص اپنی زاد و گوئی سے بے گناہ ٹھہرے گا، (۱۱: ۲) خیال کر کیا کوئی بے گناہ ہوتے ہوئے ہلاک ہوا ہے، صادق کہاں مارے گئے، (۴: ۷)

ان پر کوئی متعین اعتراض نہ تھا، صرف اُن کے مصائب کو اس بات کی دلیل قرار دیا جاتا تھا کہ ضرور اُن سے کوئی خطا ہوئی ہے، اس لئے اعتراض کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت ایوبؑ کا ذکر حضرت داؤد اور حضرت سلیمانؑ کے بعد آیا ہے، حضرت ایوبؑ الغز تیمانی کے معاصر تھے جو حضرت سلیمانؑ کے مورث اعلیٰ رام کے ہم پشت تھے، جن کا زمانہ حضرت موسیٰؑ سے بہت پہلے گذرا ہے،

جن لوگوں نے حضرت ایوبؑ کو حضرت یوسف سے قرار دیا ہے، ان کے قول کی بنیاد وہ روایتیں ہیں جن کو ہم مسترد کر چکے ہیں، حضرت ایوبؑ کا ذکر انعام، انبیاء اور ص کے علاوہ سورۂ نساء میں بھی ہے،

جس کے تذکرہ سے ہم نے اس مضمون کی ابتدا کی ہے، اس آیت مین بھی کئی انبیاء کے نام ہین، اس کی ترتیب ذکر پر بھی غور کر لینا ضروری ہے،

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح — ہم نے تم پر وحی اتاری جس طرح نوح

والنبیین من بعدہ واوحینا الی — اور ان کے بعد کے پیغمبرون اور ابراہیم

ابراھیم واسمٰعیل واسحاق — اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب

ویعقوب والاسباط وعیسٰی — اور اسباط، اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس

وایوب ویونس وھارون و — اور ہارون اور سلیمان پر وحی اتاری تھی

سلیمان واتینا داؤد زبورا — اور داؤد کو زبور دیا تھا، نیز چند رسولون

ورسلا قد قصصنٰھم علیک — کو جن کے قصے ہم نے تم کو سنائے، اور

من قبل ورسلا لم نقصصھم — کچھ رسولون کے قصے ہم نے تم کو نہین

علیک وکلم اللہ موسٰی تکلیما (نساء ۔ ۲۳) — سنائے، اور اللہ نے موسیٰ کے ساتھ

اس آیت مین چند کے سوا باقی انبیاء کے نام تاریخی ترتیب سے ہین، اصل موضوع یہ بتانا ہے کہ آپ پر بھی خدا نے انہی طرق سے وحی اتاری جن طرق سے ان انبیاء پر اتاری، حضرت موسیٰ کا ذکر تاریخی ترتیب کے مطابق حضرت ہارونؑ کے قریب ہونا چاہئے، لیکن ان کا ذکر موخر کر دیا، وجہ تاخیر نوعیت وحی کی اہمیت ہے اس اہمیت کو سمجھنے کے لئے ہم کو غور راؤ پر نظر کرنی چاہئے، سفر تعداد کے مولف کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مریمؑ اور حضرت ہارونؑ نے کہا کیا خداوند نے موسیٰ ہی سے باتین کی ہین، اور ہم سے نہین کی ہین؟ خدا نے یہ بات سنی اور فرمایا کہ اگر تم مین کوئی نبی ہو تو

بموالا الایدا تودع بجلوھ ادبو بو — رویا مین اس پر نمودار ہوتا ہون خواب

لاکین عبدی موسٰی لکل شیئی — مین اس سے بولتا ہون، لیکن میرا بندہ[1]

---

[1] لفظی ترجمہ ایسا نہیں ہے،

نئمن ھوا۔ فی ال نی اذبر بود — موسیٰ میرے سارے گھرانے مین منہ

می الا دلا بحید وت وتمونت — سے منہ تک اس سے باتین کرتا ہون،

یھوہ یبیط (عدد ۱۲: ۶ تا ۸) — نیز رویا مین مگر رمز و کنایہ مین نہین اور

وہ خدا کی شبیہ دیکھتا ہے،

قرآن کریم نے ایک دوسرے موقع پر شبیہ دیکھنے کے قصہ کی تردید کی ہے، جو جامع عدد کا شارحانہ اضافہ ہے، جن لوگون کے قول کی بدولت یہ توراتی آیت اُتری تھی، ان مین ہم حضرت ہارونؑ کو باور نہین کرتے، لیکن جس قول کی وجہ سے یہ آیت اُتری تھی، اسمین حضرت ہارونؑ کا لفظاً نہیں معناً ذکر ضرور تھا، چونکہ حضرت ہارونؑ پر جس طرق سے وحی اترتی تھی، وہ اس طرق سے مختلف تھی جس سے حضرت موسیٰ پر اترتی تھی، اس لئے حضرت موسیٰؑ کے ذکر کو ان کے طریق وحی کے اوضح ہونے کی بنا پر حضرت ہارون کے قریب سے ہٹا دیا، اور اہمیت کا خیال کر کے اسے موخر کر دیا،

حضرت ہارونؑ پر جس طریقہ سے وحی اترتی تھی، اس کا توراتی نام حیدوت ہے، جس کا لغوی ترجمہ "رمز" یا اشارہ ہے، قرآن مین حضرت زکریاؑ کی بابت مذکور ہے کہ خدا نے جب اُن کو یحییٰ کی بشارت دی تو انھون نے درخواست کی کہ اے میرے رب! میرے لئے ایک نشان مقرر کر دے، خدا نے فرمایا،

اٰیتک الا تکلم الناس ثلاثۃ ایام الا رمزا، (عمران ۔ ۴)

اس کے بعد انھون نے بطریق رمز اپنے لوگون کو حکم دیا کہ

سبحوا بکرۃ وعشیا۔ (۱ ۔ مریم)

اس امر "بطریق رمز" کا ذکر خدا نے ایک موقع پر یون فرمایا ہے کہ

فاوحی الیھم (ع ۱ ۔ مریم)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآنی اصطلاح مین اوحی کا مطلب وہی ہے جو توراتی بولی مین

قید بر بجیں وت" کا لفظ ادا کرتا ہے،

انبیا پر عالم رویا اور عالم بیداری دونون مین تین طریقون سے وحی اترتی ہے،

۱۔ کبھی ایسا ہوتا..... کہ وہ نہ آواز سنتے نہ تحریر دیکھتے بلکہ پُراسرار طریقہ پر کلام الٰہی اُن کے دل مین اتر جاتا، یہی وحی ہے،

۲۔ کبھی وہ کانون سے کلام سنتے پھر کچھ عرض کرتے، اور اس کا جواب پاتے، یہ ہے "تکلم من ورآء حجاب"،

۳۔ کبھی عالم رویا یا عالم بیداری مین اُن کو زُبر (مٹی، پتھر یا دھات کی لوحون پر لکھی ہوئی عبارتین نظر آتی تھین،) اس طریق وحی کا نام "ایتاے زبور" ہے، حضرت داؤدؑ کا نام تاریخی ترتیب کے مطابق حضرت سلیمانؑ سے قبل ہونا چاہئیے تھا، لیکن چونکہ یہ طریق وحی حیدوت سے افضل اور تکلم سے فروتر تھا، اس لئے ان کا نام سلیمانؑ و موسیٰؑ کے درمیان رکھا گیا،

حضرت یونسؑ کا نام حضرت سلیمانؑ کے بعد ہونا چاہئے تھا، لیکن اُن کا نام حضرت ایوبؑ کے بعد ہے، یہ تقریباً حضرت ایوبؑ کے ہم قسمت تھے، انھون نے بھی اپنے دکھ مین حضرت ایوبؑ کی طرح خدا کو پکارا تھا۔ دونون کی پکار مین جو فرق تھا، اس کا لحاظ کر کے حضرت یونسؑ کا نام حضرت ایوبؑ کے بعد رکھا، کیونکہ دونون کے صبر و عزم مین ایسا ہی فرق تھا، حضرت عیسیٰؑ کا نام سب کے آخر مین ہونا چاہئے تھا، گر یہ بھی حضرت ایوبؑ کے ہم قسمت تھے، حضرت ایوبؑ کو بے دینون کے حوالہ کیا گیا تھا (ایوب ۱۶: ۱۱) حضرت عیسیٰؑ پر بھی کچھ ایسی ہی گذری، صبر و رضا مین حضرت مسیح کا درجہ حضرت ایوب سے اس لئے بلند تھا کہ وہ دشمن سے محبت رکھتے تھے، ان کے درجۂ صبر کا لحاظ کر کے خدا نے ان کا ذکر حضرت ایوبؑ سے مقدم کیا، غالباً حضرت عیسیٰؑ حضرت ایوبؑ اور حضرت یونسؑ پر جس طرح سے وحی اترتی تھی وہ طریق بھی بہت زیادہ یکسان تھا،

حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یونسؑ کے نامون کی تاریخی جگہین بدلنے کی وجہ ظاہر ہے، حضرت ایوبؑ کا نام جس جگہ ہے، وہ ان کی تاریخی جگہ ہے، وہ اسباط یعنی فرزندانِ یعقوب کے بعد اور حضرت ہارونؑ سے پہلے گذرے، وہب بن منبہ کے قول کے مطابق یہی ان کا تاریخی مقام ہے،

ہم نے حضرت ایوبؑ اور اُن کے دوست الیفز کا جو شجرہ دیا ہے، اس مین حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کے سنینِ پیدائش بھی دیئے ہین، جناب حضرونؑ اور افرائیم بن یوسف ۲۰۸ سنہ خلیل سے پہلے پیدا ہو چکے تھے، تقریباً یہی زمانہ ولادت حضرت ایوبؑ کا فرض کیا جاسکتا ہے، وہ اسباط کے بعد مبعوث ہوئے، اسباط مین سے ایک حضرت یوسفؑ بھی تھے جنھون نے ۱۱۰ برس کی عمر مین وفات پائی، ان کا سالِ وفات ۳۵۵ سنہ خلیل ہے، اسی سال کو حضرت ایوبؑ کا سالِ بعثت قرار دیا جائے، تو چونکہ اُن کی عمر ۱۴۰ برس بتائی جاتی ہے (ایوب ۴۲ب) جس مین ۷۰ برس پہلے گذر چکے ہون گے، اس لئے حضرت ایوبؑ کا زمانہ ۳۵۵ سنہ خلیل تا ۴۲۸ سنہ خلیل قرار دیا جاسکتا ہے، اُن کی وفات کا زمانہ ولادت موسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ۲۰۰ برس پہلے فرض کیا جاسکتا ہے، سفر ایوب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ایوبؑ پر جن ایام مین آفتین نازل ہوئی ہین، اس وقت تک وہ وحی والہام سے مشرف نہین ہوئے تھے، خدا نے ان کو وحی والہام سے اس وقت نوازا جب وہ امتحان و آزمایش مین پورے اتر لیے،

اسلامی ہند کے تمدنی کارنامے

رفاہِ عام کے کام

از

مولانا عبد السلام صاحب ندوی

"مسلمانون نے اپنے عہد حکومت مین ہندوستان کو تمدنی حیثیت سے جس قدر ترقی دی، اور اس صحرا کو جس طرح گلستان بنایا، اس کے آثار و مظاہر سے اگرچہ ہندوستان کا کوئی حصہ اور ہندوستانی تمدن کی کوئی شاخ بھی خالی نہین ہے، پھر بھی اس دور کے بہت سے تمدنی کارنامے صرف تاریخ کے صفحات مین ملتے ہین، اگرچہ علامہ شبلی اور بعض دوسرے اہل علم و اصحاب قلم نے اردو اور انگریزی مین اس کے مختلف پہلوون پر مضامین اور کتابین لکھی ہین، لیکن اس موضوع پر اب تک کوئی جامع کتاب نہین لکھی گئی ہے، اور ابھی اس کے بہت سے رُخ نگاہون کے سامنے نہین آئے ہین، اور دار المصنفین مین تاریخ ہند کے سلسلہ مین ایک جلد ہندوستان مین اسلامی تمدن کی تاریخ پر بھی لکھی جارہی ہے، اس مین ان سب کی پوری تفصیل ہوگی، آج جب کہ ہندوستان کے پرانے تمدن کے زندہ کرنے کا شور ہے، اس کتاب کے جستہ جستہ ٹکڑے پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، اس نمبر مین اس کی پہلی قسط شائع کیجاتی ہے۔ "م"

تمدن کے ضروری اجزا مین چند چیزین ایسی ہین، جن سے تمام مخلوق یکسان طور پر فائدہ اٹھاتی ہے،

اور اس مین امیر و غریب، ہندو اور مسلمان کی کوئی تفریق نہین ہوتی، انہی چیزون کو رفاہِ عام سے تعلق ہوتا ہے، اور مسلمانون نے اپنے دور حکومت مین رعایا کے آرام و آسایش کے لئے ہندوستان مین نہایت وسیع پیمانے پر تمدن کے ان ضروری اجزا کو ترقی دی، چنانچہ ان سب کی تفصیل یہ ہے؛

شفاخانہ اسلامی عہد حکومت مین سب سے پہلے فیروز شاہ تغلق نے جو ۷۵۲ھ مین تخت سلطنت پر بیٹھا تھا، ایک بہت بڑا شفاخانہ جس کو صحت خانہ بھی کہتے تھے، قائم کیا، اور اس مین بہت سے طبیب، جراح اور کحال مقرر کئے، مریضون کی دوا اور غذا کا انتظام کیا، اور شفاخانے کے مصارف کے لئے بہت سے دیہات وقف کئے،[۵۱]

تاریخ فیروز شاہی مین صرف اسی ایک شفاخانہ کا حال لکھا ہے، لیکن تاریخ فرشتہ مین ہے کہ فیروز شاہ نے پانچ شفاخانے قائم کئے تھے،[۵۲]

اس کے بعد سلطان علاؤ الدین بن سلطان احمد شاہ بہمنی المتوفی ۸۶۲ھ نے احمد آباد بیدر مین ایک نہایت عمدہ شفاخانہ قائم کیا اور مریضون کی دوا و غذا کے مصارف کے لئے اس پر چند گاؤن وقف کئے،[۵۳]

تاریخ دکن مین لکھا ہے کہ سلطان علاؤ الدین پہلا شخص تھا جس نے دکن کے شہرون مین شفاخانے قائم کئے، اور اطبا کی تنخواہ اور دوا کے مصارف کا انتظام سرکاری خزانہ سے کیا،[۵۴]

اسی صدی مین سلطان محمود خلجی نے جو ۸۳۹ھ مین یعنی سلطان علاء الدین کی تخت نشینی کے چند ہی سال بعد مالوہ کے تخت سلطنت پر بیٹھا تھا، ۸۴۹ھ مین شادی آباد مین ایک شفاخانہ قائم کیا، اور دوا اور دوسرے ضروری سامان کے لئے اس پر چند گاؤن وقف کئے، اور حکیم مولانا

---

[۵۱] تاریخ فیروز شاہی حصہ دوم از ص ۳۵۳ تا ص ۳۵۹ [۵۲] فرشتہ جلد اول ص ۱۵۱ [۵۳] ایضاً جلد اول ص ۳۳۴ [۵۴] تاریخ دکن ص ۷۰

فضل اللہ کو مریضون اور مجنونون کے علاج و نگرانی کے لئے مقرر کیا،[۱]

ان بادشاہون کے بعد سلاطین تیموریہ مین سب سے پہلے جہانگیر نے شفاخانون کے قیام کی طرف توجہ کی، اور اپنی تخت نشینی کے ساتھ ہی جو احکام جاری کئے، ان مین نوان حکم یہ تھا،

"نہم در شہر ہاے کلان دار الشفاہا ساختہ اطبا بجہت معالجہ بیماران تعین نمایند وانچہ صرف و خرچ می شدہ باشد از سرکار خالصہ شریفہ می دادہ باشند"[۲]

اس کے علاوہ دور اکبری و جہانگیری مین ایک مشہور طبیب حکیم علی تھے، جو ذاتی طور پر تقریباً ۶ ہزار سالانہ کی دوائین مستحقین کو تقسیم کرتے تھے،[۳]

جہانگیر کے بعد شاہجہان کا دور حکومت شروع ہوا تو گو اُس نے خود کوئی جدید شفاخانہ نہین قائم کیا، لیکن امرائے شاہجہانی مین وزیر خان نے جو سات سال سے زیادہ مدت تک پنجاب کے صوبہ دار رہے، اپنی یادگار مین جو آثار خیر چھوڑے، ان مین شفاخانے بھی تھے،[۴]

عالمگیر کے زمانہ مین بھی متعدد شفاخانے قائم تھے، اگرچہ تاریخون مین اس کا مفصل حال مذکور نہین ہے، تاہم جابجا ضمنی طور پر ان کا تذکرہ آجاتا ہے، مثلاً مراۃ احمدی مین ایک موقع پر لکھا ہے،

"ویک ہزار و پانصد و ہشتاد روپیہ بموجب برآورد بنا برترمیم مدرسہ، مسجد و حمام و دار الشفائے بنا کردہ سیف خان تنخواہ گردید"[۵]

اسی کتاب مین ایک دوسرے موقع پر لکھا ہے،

"و خدمت دار الشفائے بلدہ از تغیر حکیم محمد تقی شیرازی بحکیم رضی الدین مقرر گشت"[۶]

---

۱ فرشتہ جلد دوم ص ۴۹۴، ۲ تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور ص ۵، ۳ ماثر الامرا حصہ اول ص ۵۶۳، ۴ ایضاً ص ۱۶۱، حصہ سوم ص ۹۲۶، ۵ مراۃ احمدی جلد اول ص ۳۰۹، ۶ ایضاً ص ۳۲۵،

عالمگیر کو چونکہ یہ خاص خیال تھا کہ تمام سرکاری کام نہایت دیانت اور ایمانداری کے ساتھ انجام پائین، اس لئے اُس نے ایک بار ایک سوانح نگار اور شفاخانے کے ایک طبیب کو جو ان اوصاف سے معرا تھے، برطرف کر دیا، ملا اسعد اللہ نے جو بندر سورت مین رہتے تھے، اور عالمگیر کو اُن کے ساتھ اس قدر عقیدت تھی کہ وہ جن لوگون کی سفارش کرتے تھے، اُن کو ضرور قبول کرتا تھا، اور خود اپنے ہاتھ سے ان کے خطوط کا جواب لکھتا تھا، ان دونون کی بحالی کی سفارش کی، اور عالمگیر نے ان کی سفارش سے اُن کو بحال کر دیا، تاہم اس کی عقیدت مین بہت کچھ فرق آگیا، پہلے اُن کے خطوط کا جواب خود اپنے ہاتھ سے لکھا کرتا تھا، لیکن اس معاملہ مین اہلکارون سے خط لکھوایا کہ آپ جیسے فاضل فقیر اور پرہیزگار کو صرف فقرا و علما کی سفارش کرنی چاہئے، یہ ظالم لوگ ہین، اور ظالمون کی اعانت ممنوع ہے، بہرحال اس دن سے اُن کے خطوط کا جواب اپنے ہاتھ سے لکھنا کم کر دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر کو اور تمام محکمون کی طرح شفاخانون کے انتظام کا کس قدر خیال تھا،[۱]

سرائے

اسلامی دور حکومت مین سب سے پہلے سلطان محمد تغلق شاہ کے زمانہ مین جو ۷۲۵ھ مین تخت سلطنت پر بیٹھا تھا، سرایون کا پتہ چلتا ہے، جب اس کے عہد مین فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا، تو اس نے ایک ایسے شہر کو دار السلطنت بنانا چاہا، جو دائرے کے ساتھ مرکز کی نسبت رکھتا ہو، تاکہ وہان ممالک محروسہ کی تمام بُری بھلی خبرین یکسان طور پر پہنچتی رہین، اور اگر کوئی حادثہ یا کوئی مرض پیدا ہو جائے، تو اس کا تدارک و علاج آسانی کے ساتھ کیا جا سکے، راجہ بکرماجیت نے اوجین کو جو وسط ہند مین واقع ہے، اسی غرض سے اپنا دار السلطنت بنایا تھا، اور سلطان محمد تغلق شاہ

---

۱ خافی خان جلد دوم ص ۱۱۰۴، ۵۶۰،

کو بھی اس کے ارکان دولت نے یہی مشورہ دیا، لیکن بعض لوگون نے اس مقصد کے لئے دیوگر کا انتخاب کیا، اور بادشاہ نے بھی اسی رائے کو پسند کیا، اور حکم دیا کہ دلی کے تمام لوگ دیوگر مین جا کر آباد ہو جائین، اب دیوگر کا نام دولت آباد قرار پایا، اور دلی اور دولت آباد کے درمیان ہر منزل مین سرائین بنائی گئین اور راستون کے کنارے سایہ دار درخت نصب کئے گئے، تاکہ مسافرون کو آمد و رفت مین آسانی ہو[1]،

اس کے بعد سلطان محمود بیگڑہ نے گجرات مین مسافرون کی آرام و آسایش کے لئے نہایت کثرت سے عمدہ عمدہ سرائین بنوائین[2]، اسی صدی مین سکندر لودی نے جو ۸۹۴ھ مین تخت سلطنت پر بیٹھا تھا، ان تمام مقامات مین جہان ہندو اشنان یعنی غسل کرتے تھے، سرائے، مسجد، مدرسہ، اور بازار بنوائے[3]،

سکندر لودی کے بعد شیر شاہ المتوفی ۹۵۲ھ نے دہلی سے لاہور تک دو دو کوس کے فاصلے پر سرائین بنوائین، اور حکم دیا کہ ان مین مسافرون کو کھانا دیا جائے[4]،

خافی خان لکھتا ہے کہ

"در سراہا طعام پختہ و خام برائے مسافرین و متردّدین مسلمین و ہنود قرار دادہ جہت پختن آن غلامان و نوکران نگاہ داشتہ بود گویند، آتش پزان سراہائے ہند کہ بھٹیارہ و بھٹیار زبان زد مردم ہند گردیدہ اند از اولاد ہمانہا ماندہ اند، و مقرر نمودن اسپان سرکار در سراہا برائے زود رسیدن اخبار متعدد روزگار بہ دربار بطریق ڈاک از اختراع اوست[5]"

تاریخ فرشتہ مین ہے کہ شیر شاہ نے بنگالہ اور ستار گانون سے آب سند تک جس کی درمیانی مسافت

[1] فرشتہ جلد اول ص ۱۳۶، [2] مرآت سکندری ص ۵، [3] فرشتہ جلد اول ص ۱۸۶، [4] ایضاً جلد دوم صفحہ ۲۴، [5] خافی خان حصہ اول ص ۱۰۲،

ڈیڑھ ہزار کوس کی ہے، کوس کوس بھر کے فاصلے پر سرائین بنوائین، اور ہر سرائے مین مسلمانون اور ہندوؤن کے لئے کھانے کا انتظام کیا، اور راستہ مین دو طرفہ پھل دار درخت مثلاً جامن اور کھرنی وغیرہ نصب کرائے، اسی طرح آگرہ سے مندو تک جس کی مسافت تین سو کوس کی ہے، سرائین اور مسجدین بنوائین، اور راستہ مین میوہ دار درخت لگوائے[1]، اس حساب سے بنگال اور سندھ کے راستہ مین ڈیڑھ ہزار اور آگرہ سے مندو تک تین سو سرائین تعمیر ہوئین،

شیر شاہ کی وفات کے بعد جب سلیم شاہ اس کا جانشین ہوا، تو اس نے بنگال کے راستہ مین شیر شاہ کی بنوائی ہوئی ہر دو سراؤن کے درمیان ایک اور سرائے کا اضافہ کیا، اور ہر سرائے مین شیر شاہ کی طرح مسافرون کے لئے کھانا مقرر کیا، چنانچہ فرشتہ لکھتا ہے،

از نیلاب تا بنگالہ درمیان سراہائے شیر شاہ یک سرائے دیگر آبادان ساخت و در ہر سرا طعام پختہ و خام بطریق شیر شاہ جہت مسافران خواہ فقیر خواہ غنی مقرر کردہ بود[2]

خافی خان لکھتا ہے:-

"مابین دو سرا از سراہائے شیر شاہ سرائے دیگر ساختہ بدستور پدر طعام پختہ و خام مقرر نمودہ بود[3]"

اس کے بعد اکبر کا دور سلطنت شروع ہوا، تو اس نے جا بجا نہایت کثرت سے سرائین بنوائین، ابوالفضل آئین اکبری مین لکھتا ہے،

"و سراہا کہ سرمایۂ آسودگی جہان نوردان، آسایش جائے غریبان کم مایہ است جا بجا ساختہ گردد[4]"

[1] فرشتہ جلد اول ص ۲۲۰ [2] ایضاً جلد اول ص ۲۳۲ [3] خافی خان حصہ اول ص ۱۰۲ [4] آئین اکبری جلد اول ص ۱۱۵،

اکبر کے علاوہ اس کے عہد حکومت مین اس کے امرا، و متوسلین مین بھی بعض لوگون نے سرائین بنوائین، چنانچہ امرائے اکبری مین ایک شخص شیخ عبدالرحیم لکھنوی تھے، جنھون نے ایک عورت کو جس کا نام کنٹا تھا، گھر مین ڈال لیا تھا جب اُن کا انتقال ہوگیا، تو اس عورت نے بہت سے پرتکلف مکانات، باغ، سرا، اور تالاب بنوائے، اور جس باغ مین شیخ موصوف دفن تھے، اس کے اردگرد کے گاؤن کو لگان پر لیکر اوس باغ کی رونق بڑھاتی رہی، اور پنج ہزاری منصبدارون سے لے کر سپاہی تک جب اس راستہ سے گذرتے تھے، تو حسب حیثیت ان کو پرتکلف دعوت دیتی تھی، صاحب مآثر الامرا، ان واقعات کو لکھ کر لکھتے ہین،

شیوۂ مرضیہ را از دست نداد تا شصت سال کم وبیش احیاے نام شوہر خود نمود

ع نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد[1]

امرائے اکبری مین ایک اور شخص صادق محمد خان ہروی تھے، جنھون نے دھولپور مین جو آگرہ سے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے، توطن اختیار کر لیا تھا، اور اس مین ایک سرائے ایک عمارت اور ایک مقبرہ بنوایا تھا، اور اس کے اردگرد کے دیہات آباد کئے تھے،[2]

اکبر کے بعد جہانگیر کا دور حکومت آیا، تو اُس نے اپنے جلوس کے ساتھ ہی جو احکام جاری کئے، ان مین تیسرا حکم یہ تھا، کہ جو لوگ لاوارث مرجائین، اُن کے مال و جائداد سے سرکاری طور پر مسجدین اور سرائین بنوائی جائین، ٹوٹے ہوے پلون کی مرمت کیجائے، اور تالاب اور کنوئین کھدوائے جائین انھی مین دوسرا حکم یہ تھا کہ جن راستون مین چوری اور راہزنی واقع ہوتی ہو، اور وہ آبادی سے دور ہون، وہان اطراف و جوانب کے جاگیردار سرائے، مسجد اور کنوئین تیار کرائین، تاکہ وہان آبادی قائم ہو جائے، اور کچھ لوگ ان سراؤن مین جاکر آباد ہو جائین،[3]

[1] مآثر الامرا، حصہ دوم ص ۵۵۵ [2] ایضاً ص ۲۹، [3] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور ص ۵،

جہانگیر کے زمانہ مین اس کے امرائے سلطنت نے بھی متعدد سرائین بنوائین، چنانچہ امرائے جہانگیری مین سعید خان چغتا جو پنجاب کے صوبہ دار تھے، خواجہ سراؤن کے بڑے شیدائی تھے، اور ایک ہزار سے زیادہ خواجہ سرا جمع کر رکھے تھے، جن مین دو خواجہ سرا یعنی اختیار خان اور اعتبار خان اُن کے سب سے زیادہ معتمد تھے، اور اُن مین اختیار خان نے پٹنہ اور بہار مین پل اور سرائے بنوائی تھی،[1]

امرائے جہانگیری مین ایک اور بزرگ شیخ فرید مرتضیٰ خان بخاری تھے، جنھون نے بہ کثرت سرائین بنوائی تھین، مآثر الامرا مین ہے،

"رباط و سرا بسیار بنا گذاشتہ"[2]

ایک اور امیر اللہ وردی خان تھے، جن کو جہانگیر نے معتقد خانی کا خطاب دیا تھا، اور قراول بیگی کی خدمت پر مامور تھے، اور سیر و شکار مین ہمیشہ جہانگیر کے ساتھ رہتے تھے، انھون نے دلی مین ایک باغ اور ایک سرائے بنوائی تھی،[3]

شاہ جہان کے زمانہ مین اکبر و جہانگیر کے دورِ حکومت کی طرح اس کے امرائے سلطنت نے بھی بہت سی سرائین بنوائین، چنانچہ اعظم خان نے اسلام آباد متھرا مین ایک سرائے بنوائی،[4] خان دوران نصرت جنگ نے سرونج سے برہان پور تک دس دس کوس کے فاصلہ پر،[5] اور قلیچ خان تورانی نے لاہور سے ملتان تک بہ کثرت سرائین بنوائین،[6]

ان تمام سرایون کے باوجود ہندوستان کے بہت سے راستے سرایون سے خالی تھے، بالخصوص اورنگ آباد سے اکبرآباد تک اور لاہور سے کابل تک کے راستے مین مسافرون کو سخت تکلیف ہوتی تھی، اس لئے جب عالمگیر کا دورِ حکومت آیا، تو اُس نے عام حکم دیا، کہ جن راستون مین سرائے اور

[1] مآثر الامرا جلد دوم ص ۸۰۰ [2] ایضاً ص ۶۳۹ [3] ایضاً حصہ اول ص ۲۱۵ [4] ایضاً ص ۱۷۹، [5] ایضاً ۵۰، [6] ایضاً حصہ سوم ص ۹۵

رباط نہ ہون، ان مین خاص سرکاری خزانے سے پختہ اور وسیع سرائین جو بازار، مسجد، پختہ کنوئین اور حمام پر مشتمل ہون بنوائی جائین، اور ہر مرحلے مین منزل گاہین تیار کرائی جائین، جہان مسافر اتر کر اپنے مال واسباب کو حفاظت کے ساتھ رکھ سکین، اسی کے ساتھ یہ بھی حکم ہوا، کہ جو پرانی سرائین مرمت طلب ہون اُن کی مرمت کرائی جائے،[1]

امراے عالمگیری مین بھی بعض لوگون نے سراے بنوائی، چنانچہ ایرج خان نے ایلچپور کے قریب ایک سراے بنوائی، اور ایک گاؤن آباد کیا،[2]

عالمگیر کے بعد بھی بہت سی سرائین تعمیر ہوئین، چنانچہ شاہ عالم کے زمانہ مین اُن کے وزیر خانخانان نے چاہا کہ ہر شہر مین اُن کے نام سے ایک سرا، ایک مسجد اور ایک خانقاہ تعمیر ہو، اور اس غرض سے جابجا صوبہ دارون کے نام احکام بھی پہنچ گئے، اور ساتھ ساتھ روپیہ بھی روانہ کیا گیا، اور وسیع پیمانہ پر کام بھی شروع ہو گیا، لیکن اُن کے انتقال سے اس کی تکمیل نہ ہو سکی،[3]

محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ مین امین الدین خان سنبھلی نے اپنے وطن سنبھل مین ایک نہایت عمدہ سراے بنوائی،[4] حسین علی خان نے بھی جو سادات بارہہ مین تھے، اپنے وطن مین ایک سراے بنوائی، خافی خان لکھتا ہے،

"و در وطن بارہہ نیز بناے سرا و پل و دیگر بناہاے عاقبت بخیر گذاشتہ"[5]

اسی عہد مین نواب آصف جاہ نے جو ۳۰ سال تک دکن کے چھ صوبون کے حاکم رہ چکے تھے ایک کاروان سرا بنوایا، مآثر الامرا مین ہے،

"و مسجد و کاروان سرا و دولت خانہ و پل تعمیر نمود"[6]

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۱۰۸۸، [2] مآثر الامرا حصہ اول ص ۲۷۱، [3] خافی خان جلد دوم ص ۶۷۵، ۶۷۶، [4] مآثر الامرا حصہ اول ص ۳۵۰، [5] بقیہ خافی خان ص ۹۴۲ [6] مآثر الامرا حصہ سوم ص ۸۸۲،

مہمان خانے

سرائین اکثر راستون مین قائم کی جاتی تھین، اور اُن کے ساتھ ساتھ مسجد، بازار، کنوئین اور حمام بھی تیار کرائے جاتے تھے، بلکہ بعض سرایون کے متصل دیہات بھی آباد کرائے جاتے تھے، تاکہ مسافرون کی ضروریات کے تمام سامان آسانی کے ساتھ میسر آ سکیں، لیکن مہمان خانے سرایون سے مختلف ہوتے تھے، اور وہ راستون کے بجائے شہرون مین قائم کیے جاتے تھے، اور ان مین مسافر مستقلاً قیام کر سکتے تھے، لیکن ہمارے مورخین نے ان کا ذکر مہمان خانے کے نام سے نہین کیا ہے، کیونکہ اس زمانہ مین یہ کام رباطون اور خانقاہون سے لیا جاتا تھا، یہی وجہ ہے کہ تاریخون مین سرایون کے ساتھ ساتھ جابجا رباط کا ذکر بھی آتا ہے، مثلاً

"رباط و سرا بسیار بنا گذاشتہ"[1]

اس قسم کی ۱۲۰ خانقاہین فیروز شاہ نے دہلی اور فیروز آباد مین اس غرض سے قائم کی تھین کہ جو مسافر یہان آئین، وہ ہر خانقاہ مین تین روز تک جو مہمانی کی شرعی مدت ہے، قیام کر سکین، اور اس طرح ۱۲۰ خانقاہون مین تین تین روز قیام کر کے سال بھر کی پوری مدت بسر کر سکین، کیونکہ سال کے تین سو ساٹھ دن ہوتے ہین، اور وہ ۱۲۰ خانقاہون کے سہ روزہ قیام سے پورے ہو جاتے ہین،

ان تمام مہمان خانون کے متولی وعہدہ دار سُنّی ہوتے تھے، اور ان کے مصارف سرکاری خزانہ سے ادا ہوتے تھے، تاریخ فیروز شاہی مین ہے،

"و خانقاہا و رباطہا براے صادر و وارد بنا کردہ در شہر دہلی و فیروز آباد صد و بست خانقاہ براے آسایش بندگان اللہ آوردہ بدین نیت کہ چون مسافران از اطراف واکناف جہان درین مکان بیایند، در ہر خانقاہ کسان سہ روز مہمان باشند، و در

---

[1] مآثر الامرا جلد دوم ص ۶۳۹،

ہر خانقاہ سلطان فیروز شاہ متولیان سُنّی و عہدہ داران سنّی تعین کردہ و خرچ

خانقاہا نقد از خزانہ دہانیدہ[۱]

معلوم ہوتا ہے کہ مہمانون کے مستقل قیام سے بعض اوقات یہ خانقاہین مستقل آبادی کی صورت اختیار کر لیتی تھین، اگرچہ تاریخون مین اس کی کوئی تصریح نہین ہے، تاہم ہمارے ضلع اعظم گڈھ مین ایک موضع خانقاہ کے نام سے موسوم ہے، اور غالباً وہ اسی طرح آباد ہوا ہے،

لنگر خانے فرمانروایانِ اسلام نے ہندوستان مین فقیرون اور محتاجون کی اعانت وامداد کے لئے مالوہ مین لنگر خانے قائم کئے تھے، جہان سے اُن کو خام غلہ یا پکا پکایا کھانا ملتا تھا، چنانچہ سلطان محمود خلجی نے بہت سے لنگر خانے قائم کئے تھے، جن سے فقراء و مساکین کو غلہ اور کھانا ملتا تھا،[۲]

علاء الدین سید حسین شریف مکی المتوفی ۹۲۷ھ نے بنگال مین بکثرت لنگر خانے قائم کئے تھے، اور بعض لنگر خانون پر متعدد گاؤن وقف کئے تھے، ریاض السلاطین مین ہے،

"و مساجد و لنگر خانہ در ہر سرکار جا بجا تعمیر و مقرر ساختہ، فقراء و عزلت گزینان را املاک بسیار عنایت فرمود و بجہت خرچ لنگر خانہ قدوۃ المشائخ شیخ نور قطب العالم قدس اللہ سرہ، مواضع متعددہ تعین فرمود و آثار خیر او درین ملک مشہور افواہ خواص و عام است"[۳]

اس کے بعد جہانگیر نے تمام بڑے بڑے شہرون مثلاً احمد آباد، الہ آباد، لاہور، آگرہ اور دہلی وغیرہ بلکہ تمام ممالکِ محروسہ مین فقراء کے لئے غلہ خانے قائم کئے،[۴] جن سے فقیرون، مجاورون، اور مسافرون کو روزانہ کھانا ملتا تھا،

---

[۱] تاریخ فیروز شاہی حصہ دوم ص ۳۰۳ [۲] فرشتہ حصہ دوم ص ۲۴۴ در برہانپور لنگر طعام جاری داشت ص
[۳] ریاض السلاطین ص ۱۳۵، ۱۳۶ [۴] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور ص ۳۶ - ۱۰۰،

یہ لنگر خانے تو مستقل تھے، لیکن قحط کے زمانہ مین تمام شہرون بلکہ قصبون مین ان کے علاوہ عارضی لنگر خانے قائم کر دیئے جاتے تھے، اور اُن سے قحط زدہ لوگون کو بڑی مدد ملتی تھی، چنانچہ ایک بار سلطان بہادر گجراتی کے زمانہ مین جو ۹۳۲ھ مین تخت نشین ہوا تھا، گجرات مین سخت قحط رونما ہوا، تو اس نے فقراء و مساکین کی امداد و اعانت کے لئے ہر شہر مین متعدد لنگر خانے قائم کئے، اور اس کے ساتھ حکم دیا کہ جو شخص اُسکی سواری کیوقت سوال کرے، اس کو ایک مظفری دیجائے، اور اس غرض سے اس زمانہ مین چوگان بازی کے لئے دوبار سوار ہوتا تھا، تاکہ مستحقین کو اس فیاضی سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا موقع ملے، فرشتہ اس واقعہ کو لکھ کر لکھتا ہے،

"در ترفیہ احوال برایا کوشش می نمود، تا دران مدت در بلاد گجرات رونق و رواج تازہ پدید آمد"[۱]

ایک بار شاہجہان کے زمانہ مین دکن اور گجرات مین سخت قحط پڑا، تو اُس نے برہانپور احمد آباد اور سورت مین بکثرت لنگر خانے جاری کئے، اور اس کے ساتھ یہ حکم دیا کہ خاص برہانپور مین جہان ان کا قیام تھا، ہر دوشنبہ کو (یہ شاہ جہان کے جلوس کا دن تھا، اور اس وجہ سے ایام متبرکہ مین شمار کیا جاتا تھا) پانچ ہزار روپیہ مستحقین کو دیا جائے، چنانچہ اس حساب سے ۲۰ ہزار روپئے ماہوار کے حساب سے مستحقین کو پانچ مہینہ مین ایک لاکھ روپئے تقسیم کئے گئے، چونکہ احمد آباد مین قحط کا اثر اور مقامات سے زیادہ تھا، اس لئے اس صوبہ کے ناظمون کو حکم ہوا کہ قحط زدہ لوگون کو مزید پچاس ہزار روپیے بھی دیئے جائین، اس کے علاوہ دو سال کے لئے ستر لاکھ روپئے مالگذاری مین سے معاف کر دیئے،[۲]

اس زمانہ مین بعض امراء نے بھی شاہ جہان کی تقلید مین لنگر خانہ جاری کیا، چنانچہ صاحب مآثر الامراء میر جملہ کے حال مین لکھتے ہین،

---

[۱] فرشتہ حصہ دوم ص ۲۱۵ [۲] بادشاہ نامہ حصہ اول ص ۳۶۳، ۳۶۴ [۳] مآثر الامراء حصہ سوم ص ۵۱۶،

دران ہنگام میر جملہ نامی بسخاوت برآورد، شب و روز در برہانپور لنگر طعام جاری داشت[۵۱]"

ایک بار کشمیر مین سخت سیلاب آیا، اور تمام فصل برباد ہوگئی، بلکہ غلہ کے پُرانے ذخیرے بھی ضائع ہوگئے، ۳۰ ہزار قحط زدہ لوگ دار السلطنت مین آکر فریادی ہوئے، تو شاہ جہان نے اُن کو ایک لاکھ روپئے دیئے، اور حکم دیا کہ ان غریبون کے لئے دو تین جگہ لنگر خانے قائم کئے جائین، ان کے علاوہ مزید ۳۰ ہزار روپئے کشمیر کے مستحقین کو عطا فرمائے، اور تربیت خان کو اُن کی ہمدردی و نگرانی کے لئے مقرر کیا، لیکن چونکہ اُن سے یہ کام بن نہ آیا، اس لئے ظفر خان کو کشمیر کا صوبہ دار مقرر کیا، اور ۲۰ ہزار روپیے اور مستحقین کشمیر کو دیئے[۵۲]، اس کے بعد ظفر خان کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ اس ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی امداد سے قحط کا اثر تو بالکل زائل ہوگیا، اور قحط کے دن عید اور نوروز کے دن سے بدل گئے، لیکن مویشیون کے خریدنے اور تخم ریزی کے لئے اگر ۳۰ ہزار روپئے اور دلوائے جائین، تو ویران شدہ مواضع بالکل آباد ہو جائین، شاہجہان نے فوراً یہ درخواست منظور کرلی[۵۳]،

ایک بار پنجاب مین اسقدر سخت قحط پڑا کہ لوگون نے اپنے لڑکون کو فروخت کردیا، بلکہ ذبح کرکے کھا گئے، شاہجہان کو اطلاع ہوئی تو حکم دیا کہ دس مقامات پر دس لنگر خانے جاری کئے جائین، اور ہر لنگر خانہ پر روزانہ دو سو روپیہ صرف کیا جائے، چنانچہ دو ہزار روپیہ روزانہ کے صرف سے یہ لنگر خانے جاری ہوگئے، اور پچاس ہزار روپئے نادار لوگون کو تقسیم کئے گئے اور حکم ہوا کہ جس شخص نے اپنے لڑکے کو فروخت کیا ہو، اگر وہ اس کا پتہ چلا سکے تو خزانۂ شاہی سے اس کی قیمت واپس کردی جائے، اور لڑکا اس کے ماں باپ کے حوالہ کردیا جائے[۵۴]،

قحط کے ساتھ جنگ و جدل، فتنہ و فساد اور فوجون کی آمد و رفت کا جو سلسلہ جاری رہتا تھا، اس کی وجہ سے بعض اوقات سخت گرانی پیدا ہو جاتی تھی، اور لوگ سخت

(حاشیہ: محتاجوں کی امداد کے مختلف طریقے)

[۵۱] مآثر الامرا حصہ سوم ص ۶۰۶، [۵۲] خافی خان حصہ اول ص ۵۰۷، [۵۳] ایضاً ص ۵۹۵، [۵۴] ایضاً ص ۶۲۰،

مفلوک الحال ہوجاتے تھے، ایک بار عالمگیر کے عہدِ حکومت مین ان تمام اسباب نے لوگون کو اس قدر مفلوک الحال بنادیا کہ اکثر پرگنے ویران ہوگئے، اور دار السلطنت مین محتاجون کا اس قدر ہجوم ہوا کہ راستے بند ہوگئے، عالمگیر کو اس کا حال معلوم ہوا تو حکم دیا، کہ علاوہ مستقل غلہ خانون کے شہر مین دس لنگر خانے اور جاری کئے جائین، اور تمام امرا بھی حسبِ دستور لنگر خانے جاری کرین، ان کے علاوہ دار السلطنت کے اطراف اور مزارون کے آس پاس ۱۲ غلہ خانے قائم کئے جائین، اس کے ساتھ غلون کی فراہمی کے لئے محصول کی معافی کے احکام صادر کئے[۵۵]،

عالمگیر کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا، چنانچہ محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ مین امیر الامرا سید حسین علی خان المتوفی ۱۱۳۲ھ نے بہت سے غلہ خانے قائم کئے، چنانچہ صاحب مآثر الامرا اُن کے تذکرہ مین لکھتے ہین :-

"در ہمت و مروت یکتا و خور طعام و کثرت اطعام سرکار او مشہور است اجراے بلغور خانہا از غلہ خام و پختہ و احداثِ مجلس یازدہم و دوازدہم ہرماہ در بلادِ عظیمہ دکن نمودہ کہ تاحال جاری است[۵۶]"

لنگر خانون کے علاوہ فرمانروایانِ اسلام نے اہلِ حاجت کی اعانت و امداد کے سیکڑون طریقے اختیار کر رکھے تھے، مثلاً سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ مین جو ۶۶۲ھ مین تخت نشین ہوا تھا، ملک الامرا فخر الدین کوتوال ایک نہایت فیاض اور عالی حوصلہ امیر تھے، اُن کا دستور یہ تھا کہ جو لباس ایک بار زیبِ تن کر لیتے تھے، اس کو دوبارہ نہین پہنتے تھے، بلکہ صدقہ و خیرات کردیتے تھے، اسی طرح بستر اور پلنگ اور فرش و فروش وغیرہ ہمیشہ نئے استعمال کرتے تھے، اور جو سرمایہ اس طرح جمع ہوتا تھا، اس کو تیمون اور مستحق لوگون کی لڑکیون کی شادی کے مصارف مین صرف کرتے تھے، تاریخ فیروز شاہی

[۵۵] خافی خان حصہ دوم ص ۱۲۴، ۱۲۵ : [۵۶] مآثر الامرا جلد اول ص ۳۳۸،

مین لکھا ہے کہ اس طرح وہ ہر سال ایک ہزار نادار لڑکیون کی شادی کا سامان کرتے تھے،[1]

اس کے بعد فیروز شاہ تغلق نے نادار لڑکیون کی نکاح کے لئے ایک مستقل محکمہ قائم کیا، اور اس مین متدین اور ایماندار عہدہ دار مقرر کئے، اور حکم دیا کہ جن نادار اشخاص کے یہان بالغہ لڑکیان ہون وہ اس محکمہ مین آکر اس کی اطلاع دین، اور اس محکمہ کے عہدہ دار اس کی پوری تحقیق کرکے ہر شخص کو اس کی حالت کے مناسب مالی امداد دین،

اس مالی امداد کے تین درجے مقرر کئے گئے تھے،

درجہ اوّل	پچاس تنکہ نقرئی،
درجہ دوم	تیس تنکہ نقرئی،
درجہ سوم	پچیس تنکہ نقرئی،

چنانچہ اس محکمہ کے قائم ہوجانے کے بعد ہزارون محتاج مسلمانون اور بیوہ عورتون نے اپنی اپنی لڑکیون کے نام درج رجسٹر کرائے، اور مالی امداد حاصل کی،[2]

فیروز شاہ کے بعد دور اکبری مین شیخ فرید مرتضیٰ خان بخاری نے گجرات مین سادات کے تمام ذکور و اناث کی فہرست مرتب کی، اور اُن کے لڑکون کی شادی کا سامان اپنی سرکار سے کیا تھا، تنگ حالہ عورتون کو روپیہ دیا کہ وہ اس کو امانۃً رکھین، اور جب بچے پیدا ہون تو اُن کی شادی مین صرف کرین،[3]

شاہجہان کا معمول یہ تھا کہ روزانہ قیلولہ اور نماز ظہر سے فارغ ہونے کے بعد نقد و جنس اراضی فرزوعہ، اور تقرر وظیفہ کے ذریعہ سے بے شوہر اور بوڑھی عورتون کی حاجت روائی کرتا تھا، کنواری اور بیوہ عورتین جن کے ساتھ غربت و افلاس کی وجہ سے کوئی شخص نکاح کرنا پسند نہین کرتا تھا،

[1] تاریخ فیروز شاہی جلد اول ص ۱۱۷، [2] ایضاً حصہ دوم ص ۳۴۵ [3] مآثر الامرا جلد دوم ص ۲۳۹،

ستی النسا خانم کے ذریعہ سے روزانہ اس کی خدمت مین پیش ہوتی تھین، اور وہ اُن کے نکاح کا سامان کرتا تھا، اور زیور اور لباس وغیرہ سب کچھ دیتا تھا، اور اکثر اوقات جو لوگ اس خدمت پر مامور تھے وہ خود شاہجہان کے حکم سے اُن کے اقران و امثال سے اُن کا نکاح کرا دیتے تھے، اور اس کار خیر مین روزانہ کافی روپیہ صرف ہوتا تھا، چنانچہ محمد صالح کنبوہ عمل صالح مین لکھتا ہے،

"چنانچہ مبلغہاے گرانمند، ہر روزہ باین رہ گذر کہ ہمین طریق خیرات و مجاری مبرات است صرف می شود"[1]

نادار لڑکیون کے علاوہ، بوڑھے، یتیم اندھے، اپاہج، بیوہ عورتین، اور جسمانی عیوب رکھنے والے لوگ اعانت و امداد کے محتاج ہوتے ہین، اور فرمانروایانِ اسلام کا فیض عام ان تمام لوگون کو شامل تھا، تاریخ فیروز شاہی مین فیروز شاہ تغلق کی نسبت لکھا ہے،

"وصدقات خداوند عالم بر پیران وزالان و بیوگان و یتیمان و کوران و معیوبان و جاے ماندگان علی الدوام والاستمرار میرسد"[2]

فیروز شاہ کے بعد سلطان محمود شاہ بہمنی نے گلبرگہ، بیدر، قندھار، ایلچپور، دولت آباد، چیول، و ابل، اور دوسرے بڑے بڑے شہرون اور قصبون مین یتیمون کی تعلیم کا خاص انتظام کیا، اور اندھون کے مشاہرے مقرر کئے، اور اس مین اس قدر فیاضی سے کام لیا کہ لوگ قصداً آنکھین پھوڑ پھوڑ کر اندھے بنتے تھے، اور ماہوار تنخواہ لیتے تھے،[3]

سلطان محمود کے بعد سکندر لودی نے فقراء و مستحقین کی امداد و اعانت کا خاص نظام قائم کیا، اور حکم دیا کہ سال مین دوبار تمام ملک کے فقراء و مستحقین کے نام کی فہرست اس کی خدمت مین پیش کی جائے، چنانچہ جب یہ فہرست پیش کی جاتی تھی، تو ہر شخص کی حالت و حیثیت کے مطابق اس کے پاس

[1] عمل صالح جلد اول ص ۲۲۹ [2] فیروز شاہی جلد اول ص ۱۹۵ [3] فرشتہ جلد اول ص ۳۰۲،

ششماہی کی رقم روانہ کر دیتا تھا، اس کے ساتھ جاڑون مین اُن کو شال اور کپڑے دیتا تھا، ہفتے مین جمعہ کے روز فقراے شہر کو جمعگی کے نام سے بھی ایک رقم مرحمت کرتا تھا، اور روزانہ مختلف مقامات پر خام غلہ اور پکا پکایا کھانا تیار کرا کے شہر مین تقسیم کرواتا تھا، اور کوئی سال ایسا نہین گذرتا تھا کہ فتوحات اور کامیابی کے بہانہ سے فقیرون کو چند بار معقول رقمین نہ دیتا ہو، ذاتی فیاضیون کے علاوہ اہلِ دولت اور اربابِ جاہ مین سے جو لوگ فقیرون اور مسکینون کے لئے وظائف مقرر کرتے تھے، اُن کو نہایت معزز سمجھتا تھا، اور اس اعزاز کے حاصل کرنے کے لئے بہت سے لوگ مستحقین کو ضرورت کے مطابق مال و دولت دیتے تھے،[1]

سکندر لودی کے بعد اس کا بیٹا سلطان ابراہیم لودی اس کا جانشین ہوا، اور اس معاملے مین اوس نے بھی اپنے باپ کی روش کو قائم رکھا، چنانچہ تاریخ فرشتہ مین ہے،

"ونیز بر فقراء و مساکین ابواب خیرات و مبرات کشادہ وظائف مقرر فرمودہ ادرارات ائمہ را زیادہ کردہ بگوشہ نشینان و متوکلان فتوح و نذور فرستادہ،[2]"

سلطان ابراہیم لودی کے بعد سلطان محمود خان ثانی نے جو ۹۴۳ھ مین گجرات کے تختِ سلطنت پر بیٹھا تھا، فقیرون اور محتاجون کی خبرگیری کے لئے بہت سے مکانات بنوائے، اور وہان اس غرض سے ملازم مقرر کئے، کہ فقیرون اور محتاجون کے رنج وراحت سے باخبر رہ کر اُن کی ضروریات کے سامان تیار رکھین، اکثر اوقات ایسا ہوتا تھا کہ جو غذا اس کو پسند آتی تھی، اس کی نسبت پوچھتا تھا کہ فقیرون کو بھی اس قسم کی غذائین میسر آتی ہین، حاضرین جواب دیتے تھے کہ بھلا ان غریبون کو اس کا مقدور کہان؟ اس کے بعد حکم دیتا تھا کہ اس قسم کی غذا نہایت عمدہ طریقہ پر پکوا کر فقراء کے پاس بھیجی جائے، چونکہ لوگ مسجدون اور مدرسون مین قیام رکھتے تھے، اُن کو جاڑون مین نہایت عمدہ قبائین، اور

[1] فرشتہ جلد اول ص ۱۰۶، [2] تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۱۸۹،

لحاف انعام دیتا تھا، چونکہ بعض قلاش لوگ ان کو فروخت کر ڈالتے تھے، اس لئے حکم دیا کہ ایسے لحاف بنوائے جائین جن کو ایک جماعت اوڑھ سکے، اور اس سبب اوس کے فروخت کرنے پر متفق نہ ہون، راتون کو تمام گلیون اور بازارون مین بہت سی لکڑیان جلواتا تھا، تاکہ جاڑون مین بے سروسامان لوگ آگ تاپ سکین، معمول تھا کہ تمام موسمی میوے پہلے فقیرون کے پاس بھیجے جاتے تھے، اس کے بعد شاہی محل مین آتے تھے،[1]

سلطان محمود خان ثانی کے بعد امراے اکبری مین شیخ فرید بخاری نے اس معاملے مین نہایت فیاضی سے کام لیا، اور اپنا یہ خاص معمول کر لیا کہ جب دربار کو جاتے تھے، تو راستے مین فقراء کو قبا، کمل، چادر اور جوتے تقسیم کرتے جاتے تھے،[2]

اس کے بعد جہانگیر نے موسمِ سرما مین فقراے کشمیر کے لباس کا خاص انتظام کیا، چنانچہ جب اسکو اطلاع دیگئی کہ فقراے کشمیر جاڑون کے موسم مین سخت تکلیف برداشت کرتے ہین، تو اس نے حکم دیا کہ صوبہ کشمیر کا ایک گاؤن جس کی مالگذاری تین چار ہزار روپیہ ہو، ملا طالب اصفہانی کے حوالہ کیا جائے تاکہ اس سے فقراء کے لباس اور مسجدون مین پانی گرم کرنے کا انتظام کرین،[3]

عالمگیر کا دورِ حکومت آیا تو اس کے سامنے سلطان محمود کی نظیر تھی، اس لئے اوس نے عام حکم دیا کہ جاڑون کے موسم مین ہر سال ڈیڑھ ہزار قبا اور ڈیڑھ ہزار کمل صوبہ احمد آباد کے فقراء و مساکین کو بطور خیرات کے دیئے جائین، اور اس پر تین ہزار روپیہ صرف کیا جائے، اس حساب سے فی قبا ڈیڑھ روپیہ اور فی کمل آٹھ آنے پڑتے تھے،[4] جس سے ہم اس زمانے مین کپڑون کی ارزانی کا بھی اندازہ کر سکتے ہین، عالمگیر ہی کے زمانہ مین نواب معظم خان خانان المتوفی ۱۱۲۲ھ کے بعد

[1] مرآت احمدی جلد اول ص ۹۱، [2] مآثر الامراء حصہ دوم ص ۶۳۹ [3] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور ص ۳۵۲ [4] مرآت احمدی جلد اول ص ۳۵۶،

نواب امیر الامرا شایستہ خان ممالک بنگالہ کے صوبہ دار مقرر ہوئے، اور شرفا اور غربا کی بیواؤں کی خاص طور پر پرورش کی اور دیہات اور زمینیں معافی میں دے کر اُن کو صاحب جائداد بنا دیا، ریاض السلاطین میں ہے :-

"بیوہ ہائے شرفا و نجبا و بے مایگان را دیہات و زمینہا معاف کردہ مالک املاک ساخت"[1]

سلاطین تیموریہ کے یہاں فقرا و مستحقین کی اعانت کی ایک مستقل صورت یہ تھی کہ سال میں دوبار یعنی شمسی اور قمری دونوں سنوں کے حساب سے اپنی سالگرہ کا جشن مناتے تھے، اور اس موقع پر زر و گوہر اور دوسری قیمتی اشیاء سے اپنا وزن کراتے تھے، اور ان تمام چیزوں کو خیرات کر دیتے تھے، جہانگیر تزک میں

"دو مرتبہ خود را بہ طلا و نقرہ و سائر فلزات و از قسم ابریشم و پارچہ و از اقسام حبوبات وغیرہ وزن می کنم یک مرتبہ در سر سال شمسی و یک مرتبہ در سر سال قمری وزر این وزن را بہ تحویلداران علحدہ می سپارم کہ بہ فقرا و ارباب احتیاج رسانند"[2]

یہ طریقہ اکبر کے زمانہ سے شروع ہوا، اور عالمگیر کے زمانہ تک قائم رہا۔ چنانچہ اس دور کے تمام مورخین اس جشن کا ذکر مزے لے لے کر کرتے ہیں، عبد الحمید لاہوری بادشاہ نامہ میں لکھتا ہے،

"چون صدقات در دفع مضار بدنی و جانی و جلب منافع روحانی و جسمانی باتفاق اصحاب ملل و نحل و اطباق ارباب دین و دول، نتائج و آثار دارد، حضرت عرش آشیانی آئین وزن وزن اختیار نمودہ ذات مقدس خویشتن را دو مرتبہ یکے بعد از انقضائے سال شمسی و دیگرے پس از انتہائے سنہ قمری وزن می فرمودند، لیکن در وزن شمسی دوازدہ بار نخستین بار بہ طلا و یازدہ بار بدیگر اشیا، و در وزن قمری ہشت بار اولین بار بہ نقرہ و ہفت بار باشیائے دیگر وزن فرزندان کامگار گیار باعتبار سال شمسی بوقوع می آید و وجوہ وزن در مصارف تصدق

[1] ریاض السلاطین ص ۲۲۲ [2] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور ص ۳۸،

صرف می شد، و حضرت جنت مکانی پیروی حضرت عرش آشیانی نمودہ ہر سال این رسم منفعت وسم بعمل می آوردند از آنجا کہ این کار میمنت آثار سبب روائی حاجات نیازمندان است، حضرت جہانبانی دو مرتبہ شخص اکمل خود را وزن می فرمایند و از جزدانی جود گستری در ہر مرتبہ وزن طلا و نقرہ مقرر نمودہ اند، در وزن شمسی نخستین بار بطلا و دوم بار بہ نقرہ و دہ بار باجناس دیگر و در وزن قمری اولین بار بطلا و دیگر بار بہ نقرہ و شش بار بدیگر اجناس و پادشاہزادہ ہائے سعادت پژوہ را یک مرتبہ بر می سنجند"[1]

متفرق صدقات و خیرات کی اس قدر کثرت تھی کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے، تو ایک مستقل کتاب لکھنی پڑے گی، اس لئے ہم صرف تزک جہانگیری سے چند واقعات نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں؛ جہانگیر لکھتا ہے :-

"میں نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ راتوں کو ارباب استحقاق اور درویش میرے سامنے پیش کئے جائیں، تاکہ ہر ایک کی حالت کو دیکھ کر زمین، روپیہ، نقد، پوشاک اُن کو مرحمت کروں"[2]

چونکہ میں نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے، کہ جو درویش اور ارباب حاجت میری درگاہ میں جمع ہوں ان کو دو پہر رات گذر جانے کے بعد میرے سامنے پیش کریں، اس لئے میں نے اس سال اسی طریقہ پر اپنے سامنے اور اپنے ہاتھ سے ۵۵ ہزار روپیہ ایک لاکھ نوے ہزار بیگہ زمین چودہ گاؤں، ۲۰ ہل، اور ہزار کھلیاں دہقان، درویشوں کو دیئے"[3]

یہ فیاضیاں صرف مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہ تھیں، بلکہ اُن سے ہندو بھی یکساں طور پر متمتع ہوتے تھے، چنانچہ جہانگیر ایک موقع پر لکھتا ہے،

"میں نے شیخ فضل اللہ اور راجہ دھیر دھر کو روپیہ دیئے، کہ راستہ میں فقیروں، اور

[1] بادشاہ نامہ عبد الحمید لاہوری جلد اول ص ۲۴۴ [2] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور ص ۱۲۵ [3] ص ۱۳۸،

برہمنون کو دین[1]

دوسرے موقع پر لکھتا ہے،

ہردوار ہندوؤن کی ایک مسلّم تیرتھ گاہ ہے، اور بہت سے برہمن اور تجرد پسند لوگ اس جگہ عزلت گزین ہوکر اپنے دین کے اصول کے مطابق خدا پرستی کرتے ہین، مین نے ہر ایک کو اُن کے استحقاق کے موافق نقد و جنس بطور صدقہ کے دیئے[2]"

شاہجہان کے زمانہ مین صدقات و خیرات کی مذہبی حیثیت زیادہ نمایان نظر آتی ہے، چنانچہ محمد صالح کنبوہ لکھتا ہے،

"ضعیفون، اپاہجون، یتیمون، بوڑھی عورتون، بوڑھے سپاہیون کو روزانہ جو کچھ ملتا ہے اور خزانہ عامرہ سے جو کچھ تمام دنیا کے حاجت مندون کو بطور انعام کے دیا جاتا ہے، یہان تک مین از روے تخمین و قیاس کے کہہ سکتا ہون کہ ولایت ہندوستان کا عشر جو ایران اور توران کے خراج کے برابر ہے، علما، صلحا، ارباب عمائم، اصحاب سعادت اور ائمہ کی جاگیر و وظائف کیلئے مقرر ہے، اس کے علاوہ اس ماہ مبارک رمضان مین موسوی خان صدر الصدور کو از سر نو تاکیدی حکم دیا گیا کہ ہمیشہ فقراء، مساکین اور ارباب استحقاق کو خدمت مین پیش کرتے رہین کہ اگر کوئی پریشان روزگار بد قسمتی سے ہماری فیاضی سے محروم رہ گیا ہو، تو اس کی حالت کے مطابق نقد روزینہ یا سالیانہ گانوَن اور کھیت بطور مدد معاش کے دیا جائے، اس مہینہ مین خصوصاً اور ہر سال کے رمضان مین عموماً جمعرات کو پریشان حال حاجت مندون کو باری باری درگاہ والا مین حاضر کرکے، ۳ ہزار روپیہ عطا کرین، اسی طرح مولود مسعود کے زمانہ مین ۱۰ ہزار روپیہ شب برات اور نیز شب معراج مین بھی اسی قدر روپیہ ارباب استحقاق

[1] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور ص ۲۰۰، [2] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور ص ۳۴۳،

پر خیرات کیا جائے،[1]

سلاطین کے ساتھ اگر امرار و اعیان دولت کی فیاضیون کے واقعات لکھے جائین تو یہ داستان اور طویل ہو جائے گی، اس لئے ہم صرف ایک واقعہ کے لکھنے پر اکتفا کرتے ہین، صاحب مآثر الامرار شیخ فرید بخاری کے تذکرے مین لکھتے ہین،

"شجاعت را با سخاوت جمع نمودہ بخشش عام و در فیض بروے خلق باز کردہ ہر کہ با ورسیدے چہرۂ ناکامی در آئینہ خیال ندیدے تا رسیدن دربار قبا و کمل و چادر و پا افزار بدرویشان رہ گذرے قسمت می شد، و ریزگی اشرفی و روپیہ بدست خود می داد، روزے درویشے ہفت مرتبہ از شیخ گرفت نوبت ہشتم آہستہ بدو گفت کہ آنچہ ہفت مرتبہ گرفتۂ مخفی دار تا درویشان از تو نستانند باہل خانقاہ و ارباب توکل و احتیاج و بیوہ زنان در یومیہ تا سالانہ مقرر داشتہ در حضور و غیبت او سند و پروانگی، مجدد می رسید در جاگیرش بیشتر مدد معاش بود اطفال آنہا (کہ در نوکری او مردہ بودند) در خور ہر کدام درماہہ مقرر کردہ مثل فرزندان در کنار و بغل شیخ بازی می کردند و معلم نگاہ داشتہ تربیت می نمود، اما بیاد فروش و کلاونت نمی داد"[2] (باقی)

[1] عمل صالح جلد اول ص ۲۸۰ و ۲۸۹، [2] مآثر الامرار حصہ دوم ص ۶۳۹،

منصورہ کے حکام

اور

اُن کے سکے

از جناب مولانا سید ابو ظفر صاحب ندوی مصنف تاریخ سندھ

سندھ سنہ ۹۵ھ میں مکمل طور پر فتح ہو گیا تھا، لیکن حجاج بن یوسف ثقفی کی موت اور محمد بن قاسم کی گرفتاری نے ملک میں بد نظمی پیدا کر دی، پھر یزید بن ابی کبشہ والی سندھ کی اچانک موت نے نظام حکومت کو اور زیادہ ابتر کر دیا، پورے سندھ میں بغاوت پھوٹ پڑی، اور مختلف مقامات پر سندھیوں نے دوبارہ قبضہ کر لیا، ادھر خود عربوں میں نا اتفاقی پھیلی ہوئی تھی، جس سے سندھ میں بد امنی کو اور زیادہ تقویت پہنچی، دمشق کے اموی خلیفہ کی طرف سے متعدد والی (حاکم) بھیجے گئے، لیکن نہ تو سندھیوں نے اطاعت قبول کی، اور نہ مقبوضات واپس ہوئے،

سنہ ۱۰۷ھ میں جنید بن عبد الرحمن سندھ کا حاکم ہوا، یہ ایک بڑا مدبر حاکم تھا، اس نے تمام سندھ پر دوبارہ قبضہ کر کے امن و امان قائم کر دیا، سنہ ۱۱۱ھ میں تمیم بن زید حاکم ہوا، اس میں حکومت کا مادہ نہیں تھا، اس لیے لوگ اس سے ناراض ہو گئے، یہ اپنے حریف سے خوفزدہ ہو کر سندھ سے بھاگا لیکن راستہ میں وفات پا گیا، اس سے پھر سندھ میں بد امنی پھیل گئی، اس کے بعد حکم بن عوانہ سندھ کا حاکم ہوا جو بیحد سست اور کاہل آدمی تھا، لیکن خوش قسمتی سے فاتح سندھ محمد بن قاسم کے لڑکے "عمر بن محمد" کو ساتھ لیتا آیا تھا جو حکومت کے لیے نہایت موزوں تھا، سندھیوں کی بغاوت اور یورش کے سبب عربوں نے

تمام اہم مرکز خالی کر دیے تھے، اور سندھیوں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا، اس لیے اس کی ضرورت محسوس ہوئی، کہ عربوں کے لیے کوئی ایسا مضبوط شہر آباد کیا جائے کہ غنیم کے حملہ کے وقت پناہ کا کام دے سکے، اس لیے حکم والی سندھ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ دریائے سندھ کے دہانہ پر مشرق جانب ایک شہر آباد کیا اور ہر طرح اس کو مضبوط بنایا، اور اس کا نام "محفوظہ" رکھا،

منصورہ کی آبادی جب محفوظہ کے قلعہ میں تمام عرب محفوظ اور مطمئن ہو گئے، تو سندھ کے حاکم، حکم بن عوانہ نے عمر بن محمد ثقفی کو فوج دیکر اطراف میں روانہ کیا جس نے ہر جگہ امن و امان قائم کر دیا، اور باغیوں کو زیر کر کے مطیع بنایا، عمر ثقفی نے جب سندھ میں دوبارہ اقتدار قائم کر دیا اور پایہ تخت کو واپس آنے لگا تو ان فتوحات کی یادگار کے طور پر دریائے سندھ کے دہانے کے قریب، ایک جزیرہ نما میں ایک شہر آباد کیا، اور اس کا نام "منصورہ" رکھا، جو آگے چل کر سندھ کا پایۂ تخت قرار پایا،

حکم کے انتقال پر عمر بن محمد بن قاسم ثقفی سندھ کا حاکم ہوا، اس کے بعد یزید بن عرار کا تقرر ہوا، یہ دونوں لائق حاکم تھے، لیکن اسی زمانہ میں بنی عباس نے بنی امیہ کا خاتمہ کر کے اپنی سلطنت قائم کر لی، اور سندھ میں اپنا گورنر (ناظم) بھیجا،

انقلاب سلطنت کے زمانہ میں منصور بن جمہور کلبی پایۂ تخت منصورہ پر قبضہ کر کے سندھ کا حاکم بن گیا تھا، عباسی حاکم موسیٰ بن کعب نے اس کو یہاں سے نکال دیا، اور عرصہ تک حکمرانی کی، پھر بغداد واپس جاتے وقت اپنے لڑکے کو قائم مقام بنا گیا، بغداد پہنچ کر اس کا انتقال ہو گیا، تو ایک لائق گورنر عمر بن حفص بھیجا گیا، جو اپنی شجاعت اور تدبر کے سبب "ہزار مرد" کہلاتا تھا، اس نے سندھ میں بہترین حکومت کی، سنہ ۱۵۱ھ میں افریقہ تبدیل کر دیا گیا، اس کے بعد یکے بعد دیگرے مختلف والی آئے اور منصورہ میں قیام کرتے رہے، یہ سلسلہ سنہ [illegible]ھ تک برابر قائم رہا۔

اس عرصہ میں سندھی تو اپنی قسمت پر شاکر ہو کر خاموش ہو گئے، البتہ کبھی کبھی جاٹ اٹھ کھڑے ہوتے

مگر خود عربون مین نااتفاقی بڑھ گئی، اس کا انجام یہ ہوا کہ جو والی آتا، وہ اگر کافی طاقتور نہ ہوتا، تو وہ یا قتل ہو جاتا، یا معزول ہو کر واپس چلا جاتا،

بنوہاشم کی سازش اموی حکومت کے قیام کے بعد سے بنوہاشم برابر اس کی کوشش کرتے رہے کہ سلطنت مین انقلاب برپا کرکے خود قابض ہو جائیں، اس سلسلہ مین ان کے متعدد امام حکومت کے مقابلہ مین اٹھے اور آخر کامیاب ہوگئے، لیکن اس وقت حکومت ان کے بجائے بنی عباس کی . . . . قائم ہوگئی، اسلئے بنی ہاشم عباسیون کے خلاف انقلابی کارروائیون مین مصروف ہو گئے، مگر ان کو کامیابی نہین ہوئی، اس وقت انھون نے اس کی کوشش کی کہ یمنیون اور حجازیون (قحطانی اور نزاری) میں نسلی تفوق اور عصبیت کا جھگڑا پیدا کرکے دونون مین تفریق اور نفرت کا بیج بو کر اس سے فائدہ اٹھایا جائے، چنانچہ انھون نے اپنے مبلغین بھیجکر اس کی تبلیغ کی، اور پھر ہر جگہ یمنی اور حجازیون کا جھگڑا شروع ہو گیا، سندھ بھی اس سے محفوظ نہ رہا، یہان بھی اس تنازعہ نے آپس مین نفاق اور فساد پھیلا دیا، جس والی مین ذرا کمزوری دیکھتے اس کو دبانے کی کوشش کرتے، یہان تک کہ والی یا معزول ہو کر چلا جاتا یا مفسد اس کو قتل کر دیتے۔

سندھ مین حجازیون کا پلہ بھاری تھا، اور وہ بڑے طاقتور ہو گئے تھے، ۲۲۳ھ مین جب ہارون ابن ابی خالد ناظم سندھ پہنچا تو اس نے سندھ کا حال اچھا نہین دیکھا، حجازیون کی طاقت بہت بڑھی ہوئی تھی، عمر بن عبد العزیز ان کا سردار تھا، یہ بڑا ہوشیار اور مدبر تھا، اس کی شخصیت اس قدر بلند ہوگئی تھی کہ سندھ کا حاکم اس سے دبنے لگا تھا، چنانچہ سابق گورنر (حاکم) جب تک سندھ مین رہا، حجازیون سے اس نے کوئی تعرض نہیں کیا، اور عمر بن عبد العزیز ہباری کو ہمیشہ ملائے رکھا، قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد ہارون بن خالد حاکم سندھ نے اس پالیسی پر عمل نہیں کیا، جس سے اختلافات بڑھتے گئے اور نوبت یہانتک پہنچی کہ ۲۴۰ھ مین ہارون قتل کر دیا گیا،

عمر بن عبد العزیز نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر شہر منصورہ پر قبضہ کر لیا، اور خلیفہ متوکل کو ایک عرضداشت

بغداد روانہ کی، جس میں والی سندھ پر بدانتظامی کا اتہام لگا کر اپنی وفاداری کا یقین دلایا، اور یہ درخواست کی کہ اگر سندھ کی حکومت اس کے سپرد کر دیجائے، تو وہ اس کا بہترین انتظام کرے گا، کیونکہ وہ یہان کے حالات سے بخوبی واقف ہے،

اس وقت خلافت بغداد مین بڑا خلفشار تھا، ہر صوبہ سے پریشان کن خبرین اس کو مل رہی تھین، اس لیے خلیفہ متوکل نے عمر کی درخواست منظور کر لی، اور صوبہ سندھ کی حکومت کی سند اس کو بھیجدی، اور عمر نے اسی وقت سے خلیفہ کی برائے نام اطاعت کے ساتھ خود مختارانہ حکومت شروع کر دی، اس طرح سلطنت منصورہ قائم ہوئی اور عمر کے خاندان مین چوتھی صدی ہجری کے آخر تک حکومت رہی،

خاندان ہباری کی حکومت قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنی اسد میں ایک شخص ہبار بن اسود تھا، جو شہ فتح مکہ مین مسلمان ہوا تھا، اسکی اولاد مین سے ایک شخص منذر بن زبیر، سندھ کے والی "حکم بن عوانہ" متوفی ۱۲۱ھ کے ساتھ سندھ پہنچا، اور یہان متوطن ہو گیا، عمر بن عبد العزیز اسی کا پوتا تھا، اس کا نسب نامہ یہ ہے: عمر بن عبد العزیز ابن منذر بن زبیر بن عبد الرحمن بن ہبار بن اسود،

یہ خاندان اموی اور عباسی دونون عہد مین سلطنت کے کامون مین شریک رہا،[1] اور آہستہ آہستہ حجازی قبیلہ کا سردار بن گیا، ۲۴۰ھ مین جب وہ سندھ کا والی ہوا تو اس نے سندھ کے زیرین حصہ پر بھی قبضہ کر لیا، گو اس نے پایہ تخت منصورہ پر بھی قبضہ قائم رکھا، مگر وہ خود اپنے مقام "بانیہ" ہی مین رہتا تھا، جو منصورہ سے تھوڑے فاصلہ پر جنوب جانب تھا،[2] جب اس کو ایک گونہ اطمینان ہو گیا تو پھر اس نے پورے سندھ کو اپنا باجگذار بنایا، گو عمر بن عبد العزیز اندرونی طور پر خود مختار رہا، لیکن خطبہ عباسی خلیفہ کا پڑھتا رہا،

تاریخون سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ عمر بن عبد العزیز نے کب تک حکومت کی، اور اس کا طرز جہانبانی کیسا تھا، لیکن مشرقی ممالک مین باوجود متعدد انقلاب کے عمر بن عبد العزیز کا اپنی جگہ قائم رہنا اس کے تدبر اور لیاقت

---

[1] ابن خلدون ج ۲ ص ۳۲۷ مصر، [2] سفرنامہ ابن حوقل ذکر سندھ،

کی بڑی دلیل ہے، اس لیے یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اس نے ساری عمر نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ سندھ پر حکومت کی، اور چونکہ ۲۷۰ھ میں اس کا لڑکا عبد اللہ تخت حکومت پر نظر آتا ہے اس لیے قیاس ہوتا ہے کہ اسی سنہ یا اس سے کچھ قبل عمر بن عبد العزیز وفات پا گیا،

عبد اللہ بن عمر ہباری عبد اللہ بن عمر ہباری غالباً ۲۷۰ھ میں تخت نشین ہوا،[۱] اس نے ایک منظم سلطنت اپنے باپ سے ورثہ پائی تھی، اس لیے خیال گذرتا ہے کہ وہ آرام پسند ہو گا، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ۲۷۹ھ میں بنو کندہ کے ایک آزاد کردہ غلام "ابو الصمہ" کے لڑکے صمہ نے جو تیسری صدی کے شروع میں عباسی والی سندھ عمر بن حفص ہزار مرد کے ساتھ سندھ آیا تھا، بغاوت کر کے منصورہ پر قبضہ کر لیا،[۲] اور عبد اللہ چونکہ خود بانیہ میں رہتا تھا، اس لیے غالباً محفوظ رہا، لیکن کچھ دنوں کے بعد عبد اللہ نے پھر منصورہ واپس لے لیا، اور غالباً اسی وقت سے بجائے بانیہ کے پایہ تخت منصورہ میں رہنا شروع کیا،

پایتخت منصورہ منصورہ جب سے آباد ہوا، اس وقت سے سندھ کا پایہ تخت رہا، اس کی قدیم ترین شہادت بلاذری متوفی ۲۷۹ھ سے ملتی ہے، جس نے لکھا ہے کہ یہ وہی شہر ہے جہاں آج کل حکام ٹھہرتے ہیں، اسکا طول مغرب سے ۶۹ درجہ اور عرض بلد جنوب سے ۲۲ درجہ ہے،[۳] ابن حوقل لکھتا ہے کہ یہ شہر دریائے سندھ کے کنارے ایک ایسی جگہ پر آباد ہے کہ دریا کی ایک شاخ نے نکل کر اس کو جزیرہ بنا دیا ہے، خوش قسمتی سے ابن حوقل کا وہ نقشہ بھی موجود ہے، جو اس نے اپنے زمانہ کے سندھ کا تیار کیا تھا، اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دریائے سندھ جو پنجاب کی طرف سے چل کر جہاں سمندر میں گرتا ہے، اس مقام سے تھوڑی دور پیچھے، موجودہ حیدر آباد سے جنوب کی جانب خشکی کی سمت ایک جگہ دریا کی ایک شاخ نکلتی ہے، جو پھر گھوم کر دریا میں مل جاتی ہے، اس طرح بیچ میں اس شاخ کے حصار سے تھوڑی سی زمین جزیرہ کی صورت میں بن گئی ہے، اسی میں یہ شہر آباد ہوا، جو ہر طرف سے پانی سے گھرے ہونے کی وجہ سے بیرونی حملہ آوروں سے

---

۱ عجائب الہند ص ۳ لیڈن ۲ بلاذری ص ۴۴۵ ۳ ایضاً ص ۴۴۴

محفوظ تھا، یہ اسی قسم کا مقام تھا جیسا کہ میسور میں کاویری ندی گھوم جانے سے سرنگا پٹم نکل آیا ہے، پرانے زمانے کے فن جنگ کے لحاظ سے اس قسم کے مقامات بہت محفوظ خیال کیے جاتے تھے، منصورہ غیاث الدین بلبن کے عہد ۶۴۳ھ تک موجود تھا،[۱]

یہ شہر برہمن آباد سے دو فرسخ (۶ میل) پر تھا، اور غالباً اس کے آباد ہوتے ہی برہمن آباد کی رونق جاتی رہی، آئین اکبری میں اس کا نام "بکر یا بھکر" لکھا ہے،[۲] جو کسی طرح صحیح نہیں، کیونکہ آج بھکر ضلع سکھر میں واقع ہے، یہ ایک جزیرہ ہے، جہاں قدیم قلعہ اب تک موجود ہے، حالانکہ منصورہ اور برہمن آباد ابو الفضل کے زمانہ سے کئی سو برس قبل زلزلہ سے تباہ ہو چکے تھے،

عمر بن عبد اللہ بن عمر ہباری بن عبد العزیز یہ عمر بن عبد اللہ، عمر بن عبد العزیز کا پوتا ہے، اس کے باپ کی تاریخ وفات کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذری لیکن ۳۰۳ھ میں ہم اس کو تخت نشین دیکھتے ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے قبل عبد اللہ کا انتقال ہو چکا تھا، اس کی کنیت ابو المنذر ہے، تخت نشینی کے بعد یہ بڑا لائق ثابت ہوا، اس نے ملک میں امن و امان کے قیام کے ساتھ بڑا رعب قائم کر لیا، بڑی شان و شوکت سے سلطنت کرتا تھا، اس کا ایک وزیر بھی تھا جس کا نام ریاح تھا، اور اس کے دو لڑکے محمد اور علی تھے، ارکین سلطنت میں ایک شخص "حمزہ" نامی بڑا با اثر اور غالباً امیر الامرا کے عہدہ پر فائز تھا، یہاں سادات کی ایک بڑی جماعت رہتی تھی جو عمر بن علی و محمد بن علی کی طرف منسوب تھی، ایک قاضی بھی رہتا تھا، جو آل ابی الشوارب کے خاندان سے تھا،[۳] عربی تاریخوں اور سفرناموں سے ہباری خاندان کے صرف تین ہی حکام کے نام معلوم ہوئے، باقی نام آج تک پردۂ خفا میں تھے، لیکن خوش قسمتی سے حال ہی میں سندھ اور مارواڑ کی سرحد سے چھ ہزار پانچسو پچاسی (۶۵۸۵) سکے "ہباری" خاندان کے برآمد ہوئے ہیں، یہ کل چاندی کے اور چھوٹے چھوٹے ہیں، لیکن ان پر یا تو سنہ ہے ہی نہیں ہے، یا پڑھے نہیں جا سکے،

---

۱ طبقات ناصری ص ۲۸۷ کلکتہ ۲ آئین اکبری ج ۲ ص ۱۴۰ ۳ مروج الذہب مسعودی ص ۳۷۷ تا ص ۳۸۰ ج اول لیڈن،

یہ سب فی الحال جودھپور کے عجائب خانے مین ہین، سکے کے پڑھنے والے نے ان کی جو فہرست شائع کی ہے، اس مین عبد اللہ بن عمر کا نام پہلے درج کیا ہے، اور اس کے باپ عمر بن عبد العزیز کا نام دوسرے نمبر پر دیا ہے، جو صحیح نہین ہے، اس لیے مندرجۂ ذیل فہرست مین عمر کا نام پہلے اور اس کے ولیعہد لڑکا عبد اللہ کا نام بعد کو دوسرے نمبر پر دیا ہے،

نمبر	رخ اول	رخ ثانی	سنہ	
۱	اللہ محمد رسول اللہ عمر	یا اللہ ولی عبد اللہ و ناصر	۲۴۰ھ	ہباری خاندان کا پہلا حاکم، عمر بن عبد العزیز، عبد اللہ، عبد اللہ و ناصر اس کے دو لڑکے ولی عہد ہین، عام تاریخون مین اس کا سنہ ملتا ہے،
۲	لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ	محمد رسول اللہ الامیر عبد اللہ	۲۷۰ھ	یہ عمر بن عبد العزیز کا لڑکا ہے، بزرگ بن شہریار نے اپنی کتاب عجائب الہند میں اس کا ذکر کیا ہے، اس نے اپنے سکے مین کسی ولیعہد کا نام درج نہین کیا، حالانکہ اس کا لڑکا عمر موجود تھا،
۳	اللہ محمد رسول اللہ عمر	یا اللہ بنو عمرویہ النصر	۳۰۳ھ	اسکی کنیت ابو المنذر ہے، مسعودی نے اس کا ذکر کیا ہے، اور "النصر" غالباً عبد اللہ کے بھائی کا لڑکا ہے، اور اسکے لڑکے کا نام محمد اور علی ہے،
۴	اللہ محمد رسول اللہ محمد	یا اللہ بنو محمد و ناصر	۳۴۲ھ	۳ تک نسبی سلسلون کی تائید تاریخون سے ہوتی ہے اور ۵ سے مین کہہ نہین سکتا کہ یہی ترتیب ہے یا مرتب فہرست نے مقدم و موخر کر دیا ہے، جیسا کہ ۱ اور ۲ مین کیا ہے، اور یہ بھی معلوم نہین کہ علی ۵، محمد ۴ کا بھائی ہے یا لڑکا ہے، البتہ ولی عہدی کا سلسلہ صحیح نظر آتا ہے، کیونکہ عربی دستور کے مطابق دادا اور پوتے کا ایک نام ہوتا ہے۔
۵	اللہ محمد رسول اللہ علی	یا اللہ بنو علی و تیم النصر	۳۶۷ھ	۴، ۵، ۶ کے سنہ مین نے قیاس سے تحریر کر دیے ہین، اصطخری، ابن حوقل اور بشاری کے بیان سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ خاندان ہباری کی سلطنت موجود تھی،
۶	اللہ محمد رسول اللہ عبد الرحمن	یا اللہ بنو عبد الرحمن و ناصر	۳۷۵ھ	غالباً یہ آخری بادشاہ ہے اسکے بعد سلطنت ختم ہوگئی،
۷	اللہ محمد رسول اللہ محمد	یا اللہ نصر محمد و ناصر		غالباً یہ آخری بادشاہ ہے، متعدد دعویداروں کی خانہ جنگی نے سلطنت کا خاتمہ کر دیا،

بشاری مقدسی نے لکھا ہے کہ جب مین شیراز مین تھا تو ایک باغی کے مقابلہ مین عضد الدولہ (دیلمی) کے لڑکے سے منصورہ کا حاکم مدد مانگنے آیا تھا، عضد الدولہ کی وفات ۳۷۲ھ مین ہوئی ہے، اس لیے ۳۶۰ھ سے لیکر ۳۷۲ھ کے اندر منصورہ کا یہ وفد شیراز گیا ہوگا، اور میرا خیال ہے کہ منصورہ کا وفد ناکام واپس آیا، اور باغیون نے کچھ حصہ ملک کا دبا لیا، عبد الرحمن بن علی (۶) کے بعد اس کا لڑکا محمد تخت نشین ہوا، لیکن نصر، محمد اور ناصر اس کے تین دعویدار پیدا ہوگئے، اور ان سب کی خانہ جنگی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے باپ کے زمانہ کے کسی پرانے حریف نے منصورہ پر قبضہ کر کے اس خاندان "ہباری قریشی" کا خاتمہ کر دیا،

یہ باغی حریف کون تھا؟ میرا خیال ہے کہ خفیف کا خاندان (اسماعیلی) تھا، اور چونکہ آل بویہ (عضد الدولہ) فاطمی خلفاء کے طرفدار تھے، اس لیے انھون نے منصورہ کے حاکم کو قطعاً مدد نہین دی، بلکہ اس نے یا تو حریف کو فائدہ اٹھانے کا پورا موقع دیا، یا دونون مین مفتوحہ ملک کو تقسیم کر کے صلح کرا دی،

ان باغیون کے اسماعیلی ہونے کا یقین اس لیے ہوتا ہے کہ اس عہد مین تمام سندھ، ملتان، اور مکران مین اسماعیلی چھا گئے تھے، اور ان تینون سلطنتون کے زوال پذیر ہونے کے باعث اسماعیلیون کا زور بہت بڑھ گیا تھا، چنانچہ بشاری مقدسی کے عہد ۳۷۵ھ مین ملتان پر ان کا قبضہ ہو چکا تھا، اور حلم بن شیبان (عرب) اس پر قابض تھا، اسی طرح مکران کا علاقہ بھی اسی عہد مین بنو فاطمہ کے زیر اثر آ چکا تھا، اور سندھ یعنی منصورہ کے دو ضلعون قندبیل اور ارمائیل کو بھی حاکم مکران نے دبا لیا تھا، ممکن ہے اسی زمانہ مین خفیف کے خاندان نے بھی بغاوت کر کے ملک کا کچھ حصہ دبا لیا ہو، اور شاید اسی

کی واپسی کے لیے حاکم منصورہ شیراز و فدلے گیا ہو،

غرض اس عہد مین منصورہ شمال مشرق، اور جنوب مغرب دونون سمتون سے بنو فاطمہ مصر کے حاکمون مین گھر گیا تھا، عبدالرحمن (دم ۹) اور اس کے لڑکے محمد (دم ۸) نے بمشکل بین پچیس برس تک منصورہ کے تخت کو سنبھالے رکھا، پھر جس طرح اسپین کے آخری خلیفہ ابو عبداللہ نے اپنے چچا سے خانہ جنگی کرکے اپنی سلطنت کھودی، اسی طرح محمد نے اپنے چچازاد بھائیون سے لڑکر سلطنت کا خاتمہ کردیا ہوگا، خفیف کے خاندان نے اس موقع سے یقیناً فائدہ اٹھایا ہوگا خصوصاً ۴۱۶ھ مین جب ملتان پر محمود غزنوی کا قبضہ ہوگیا، تو اس شکست خوردہ لشکر نے خفیف کی ماتحتی مین منصورہ پر فتح کرلیا ہوگا،

اوپر کے بیان سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ منصورہ کی حکومت ۴۱۶ھ مین ختم ہوئی، اور ۴۱۶ھ مین محمود غزنوی نے منصورہ پر قبضہ کرکے خفیف کے خاندان کا خاتمہ کردیا، جسکے بعد سومرہ خاندان برسر عروج آیا، مرتب فہرست نے ہباری خاندان کے جو نام تحریر کیے ہین، اس مین ایک بات قابل غور ہو کہ سکے کے دوسرے جانب بنو عمر و یہ یا بنو علی و یہ تحریر ہے، یہ لفظ "و یہ" کیا ہے؟ فارسی مین "سیبویہ" ایک مشہور لفظ ہے، جو ایک بڑے نحوی کا نام تھا، جسکے معنی سیب کی طرح کے ہیں، لیکن یہان یہ معنی بنتے نہین، اس لیے میرا گمان ہو کہ یہ لفظ صحیح نہین پڑھا گیا، دراصل یہ لفظ "ولی" ہوگا۔ ج "ل" اور "ی" کے گھس جانے سے "و یہ" کی شکل نظر آتا ہے۔

دوسری بات قابل ذکر یہ ہے کہ آج تک کسی مسلمان حکمران خاندان کی تاریخ مین یہ نظر نہین آتا کہ اس کے فرمانروا کے ساتھ ابتدا سے آخر تک چچازاد خاندان بحیثیت ولی عہد شریک سلطنت رہا ہو، دراآنحالیکہ حکمران کا لڑکا بحیثیت ولی عہد کے بھی موجود ہو، بنو فاطمہ کے ایک سکہ مین البتہ مستنصر باللہ کے لڑکے قاسم ولی عہد اور الحافظ کا نگران ہونے کی حیثیت سے نام موجود ہے، دوسرا سکہ "فیروز شاہ تغلق دہلی" کا نظر سے گذرا جس مین فتح خان ولی عہد کا نام بھی ساتھ ساتھ ہے، اس لیے اگر مین نے صحیح سمجھا ہے تو کم از کم ہندوستان مین یہ پہلا عرب خاندان ہے جو چچا بھتیجون کی شرکت سے سلطنت کا انتظام کرتا تھا، اور جس کی دوسری مثال ملنی مشکل ہے،

اصلاحات اقبال

از جناب محمد بشیرالحق صاحب دسنوی عظیم آبادی

مین ۱۹۴۵ء کی گرمیون مین کتب خانہ "الاصلاح" دسنہ (ضلع پٹنہ) مین بیٹھا منشی ونایک پرشاد طالب بنارسی کا کلام رسالہ "خدنگ نظر" لکھنؤ ماہ مئی ۱۹۰۲ء مین تلاش کررہا تھا کہ اتفاقیہ اقبال کی نظم "آفتاب سحر" پر نظر پڑی جو رسالۂ مذکور مین درج تھی، اس نظم کو "بانگ درا" مین تلاش کیا تو "آفتاب صبح" کے عنوان سے ملی، جب دونون نظمون کا ایک دوسرے سے مقابلہ کیا تو معلوم ہوا کہ جو نظم "بانگ درا" مین درج ہے وہ ترمیم و اصلاح کے بعد شائع ہوئی ہے، اس سے مجھے خیال ہوا کہ "بانگ درا" کی اشاعت سے پہلے جو غزلین یا نظمین اخبار زمیندار و رسالہ مخزن لاہور وغیرہ مین شائع ہوئی ہین ان سب مین نظر ثانی کے وقت ترمیم و تنسیخ کے بعد علامہ اقبال نے ان کو بانگ درا مین شامل کیا ہوگا،

کتب خانۂ الاصلاح مین رسالہ مخزن سلسلہ قدیم کی مکمل جلدون کے علاوہ دوسرے مشہور رسائل کی بھی مکمل و نامکمل جلدین محفوظ ہین، مین نے سب سے پہلے رسالہ مخزن کی کل جلدون کو دیکھا تو بانگ درا کی درج شدہ نظمون کا بہت بڑا حصہ مخزن ہی کے اوراق مین بکھرا ہوا ملا، ان کا مقابلہ بانگ درا مین شائع شدہ غزلون اور نظمون سے کیا تو ان دونون مین بڑا فرق نظر آیا، چنانچہ ان ترمیمون اور اصلاحون کو نوٹ کرتا گیا، اس سے تلاش و جستجو کا حوصلہ بڑھا اور دوسرے رسائل و کتب کی ورق گردانی سے اور بہت سی غزلین اور نظمین دستیاب ہوئیں جو "اصلاحات اقبال" کے نام سے ہدیۂ ناظرین ہین،

"اصلاحات اقبال" کی اشاعت سے یہ فائدہ ہوگا کہ اس سے کلام اقبال کا تدریجی ارتقاء سامنے آجائیگا،

اور یہ معلوم ہو گا کہ علامہ کو منزل مقصود تک پہنچنے مین کتنے دشوار گذار راستے طے کرنے پڑے، اور پہلے ان کے کلام مین کیا کیا خامیان تھین جن کو انھون نے نظر ثانی مین دور کیا، جس سے ان کا کلام کہان سے کہان پہنچ گیا،

اس کی ترتیب اس طرح رکھی گئی ہے کہ بانگ درا مین غزل یا نظم کا جو عنوان ہے پہلے اس کو بھی مخزن مین دیا گیا ہے اور اس کے نیچے حوالے درج کرکے اصل اور اصلاحات کو بالمقابل کالمون مین تقسیم کر دیا ہے، اصل پرانا کلام پہلے کالم مین ہے، اور اصلاح شدہ دوسرے مین، اگر کسی شعر یا مسدس کے صرف ایک مصرع مین اصلاح ہے تو سیاق کلام کو سمجھنے کے لیے پورا شعر اور پورا بند نقل کر دیا گیا ہے، اور جس مصرع مین اصلاح ہے اس کے مقابل مین اصلاح دکھادی گئی ہے، اور بقیہ مصرعون کے سامنے صرف نقطے دیدیے گئے ہین

ہمالہ

(۱)

رسالہ مخزن، لاہور، ماہ اپریل ۱۹۰۱ء	بانگ درا صفحہ ۳
(۱)	(۱)
اے ہمالہ! اے فصیل کشور ہندوستان	...
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسمان	...
تجھ پہ کچھ ظاہر نہین دیرینہ روزی کے نشان	تجھ مین کچھ پیدا نہین دیرینہ روزی کے نشان
نوجوان ہے دورۂ شام و سحر کے درمیان	تو جوان ہے گردش شام و سحر کے درمیان
تیری ہستی پر نہین باد تغیر کا اثر	ایک جلوہ تھا کلیم طور سینا کے لیے
خندہ زن ہے تیری شوکت گردش ایام پر	تو تجلی ہے سراپا چشم بینا کے لیے
(۲)	(۲)
امتحان دیدۂ ظاہر مین کوہستان ہے تو	...
پاسبان اپنا ہے تو دیوار ہندستان ہے تو	...

رسالہ مخزن لاہور ماہ اپریل ۱۹۰۱ء	بانگ درا صفحہ ۳
سوے خلوتگاہ دل دامن کش انسان ہے تو	مطلع اول فلک جس کا ہو وہ دیوان ہے تو
مطلع اول فلک جس کا ہو وہ دیوان ہے تو	سوئے خلوتگاہ دل دامن کش انسان ہے تو
برف نے باندھی ہے دستار فضیلت تیرے سر	...
خندہ زن ہے جو کلاہ مہر عالمتاب پر	...
(۳)	(۳)
سلسلہ تیرا ہے یا بحر بلندی موج زن	تیری عمر رفتہ کی اک آن ہے عہد کہن
رقص کرتی ہے مزے سے جس پہ سورج کی کرن	وادیون مین ہین تری کالی گھٹائین خیمہ زن
تیری ہر چوٹی کا دامان فلک مین ہے وطن	چوٹیان تیری ثریا سے ہین سرگرم سخن
چشمۂ دامن مین رہتی ہے مگر پر تو فگن	تو زمین پر اور پہنائے فلک تیرا وطن
چشمۂ دامن ہے یا آئینۂ سیال ہے	چشمۂ دامن ترا آئینۂ سیال ہے
دامن موج ہوا جس کے لیے رومال ہے	...
(۴)	(۴)
ابر کے ہاتھون مین رہوار ہوا کے واسطے	...
تازیانہ دیدیا برق سر کوہسار نے	...
اے ہمالہ کوئی بازی گاہ ہے تو بھی جسے	...
دست قدرت نے بنایا ہے عناصر کے لیے	...
ہائے کیا جوش مسرت مین چلا جاتا ہے ابر	ہائے کیا فرط طرب مین جھومتا جاتا ہے ابر
فیل بے زنجیر کی صورت اڑا جاتا ہے ابر	...

رسالہ مخزن، لاہور ماہ اپریل ۱۹۰۱ء	بانگ درا صفحہ ۳
(۵)	(۵)
جنبشِ موجِ نسیم صبح گہوارہ بنی	
جھومتی ہے کیا مزے لے لے کے ہر گل کی کلی	جھومتی ہے نشۂ ہستی مین ہر گل کی کلی
یون زبان برگ سے کہتی ہے اسکی خامشی	یون زبان برگ سے گویا ہے اس کی خامشی
دستِ گلچین کی جھٹک مین نے نہین دیکھی کبھی	
کہہ رہی ہے میری خاموشی ہی افسانہ مرا	
کنج خلوت خانۂ قدرت ہے کاشانہ مرا	
(۶)	(۶)
نرچلتی ہے سرودِ خامشی گاتی ہوئی	آتی ہے ندی فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی
آئینہ سا شاہدِ قدرت کو دکھلاتی ہوئی	کوثر و تسنیم کی موجون کو شرماتی ہوئی
کوثر و تسنیم کی مانند لہراتی ہوئی	آئینہ سا شاہدِ قدرت کو دکھلاتی ہوئی
ناز کرتی ہے فرازِ راہ سے جاتی ہوئی	سنگِ رہ سے گاہ بچتی گاہ ٹکراتی ہوئی
چھیڑتا جا اس عراقِ دل نشین کے ساز کو	چھیڑتی جا اس عراقِ دل نشین کے ساز کو
اے مسافر! دل سمجھتا ہے تری آواز کو	اے مسافر! دل سمجھتا ہے تری آواز کو

گلِ رنگین
(۲)

رسالہ مخزن، لاہور ماہ مئی ۱۹۰۱ء	بانگ درا صفحہ ۶
(۱)	(۱)
تو شناسائے خراشِ عقدۂ مشکل نہین	اے گلِ رنگین ترے پہلو میں شاید دل نہیں
واقفِ افسردگیہائے طپیدِ دل نہین	...

رسالہ مخزن لاہور ماہ مئی ۱۹۰۱ء	بانگ درا صفحہ ۶
زیبِ محفل ہے شریکِ شورشِ محفل نہین	...
کیون یہ تسکینِ خموشی زا مجھے حاصل نہین	یہ فراغت بزمِ ہستی مین مجھے حاصل نہین
سوز بانون پر بھی خاموشی تجھے منظور ہو	اس چمن مین مین سراپا سوز و سازِ آرزو
راز وہ کیا ہے ترے سینہ مین جو مستور ہو	اور تیری زندگانی بے گدازِ آرزو
(۲)	(۲)
توڑ لینا شاخ سے تجھ کو مرا آئین نہین	
یہ نظر غیر از نگاہِ چشمِ صورت بین نہین	
آہ! یہ دستِ جفا جو اے گلِ رنگین نہین	
کس طرح تجھ کو یہ سمجھاؤن کہ مین گلچین نہین	
آشنائے سوزِ فریادِ دلِ مہجور ہون	کام مجھکو دیدۂ حکمت کے الجھیڑون سے کیا
پھول ہون مین بھی مگر اپنے چمن سے دور ہون	دیدۂ بلبل سے مین کرتا ہون نظارہ ترا
(۳)	(۳)
آہ اے گل تجھ مین بھی جوہر وہی مستور ہے	سوز بانون پر بھی خاموشی تجھے منظور ہے
جو دلِ انسان مین مضمر مثلِ موجِ نور ہے	راز وہ کیا ہے ترے سینہ مین جو مستور ہے
میری صورت تو بھی اک برگِ ریاضِ طور ہے	
ہائے پھر مجھ سے جدائی کیون تجھے منظور ہے	مین چمن سے دور ہون تو بھی چمن سے دور ہے
دل مین کچھ آتا ہے لیکن منہ سے کہہ سکتا نہین	مطمئن ہے تو پریشان مثلِ بو رہتا ہون مین
اور تکلیفِ خموشی کو بھی سہ سکتا نہین	زخمیِ شمشیرِ ذوقِ جستجو رہتا ہون مین

رسالہ مخزن لاہور ماہ مئی سنہ ۱۹۰۱ء	بانگ درا صفحہ ۶
(۴)	(۴)
یہ پریشانی مگر جمعیتِ عرفان نہ ہو	یہ پریشانی مری سامانِ جمعیت نہ ہو
یہ حنا بندکفِ محبوبۂ ایمان نہ ہو	یہ جگر سوزی چراغ خانۂ حکمت نہ ہو
یہ خزاں اپنی بہارِ گلشنِ رضوان نہ ہو	ناتوانی ہی مری سرمایۂ قوت نہ ہو
یہ جگر سوزی چراغ خانۂ انسان نہ ہو	رشکِ جامِ جم مرا آئینۂ حیرت نہ ہو
ہے یہ تاریکی مگر اک شمع دل افروز ہے	یہ تلاشِ متصل شمعِ جہان افروز ہے
توسنِ ادراکِ انسان کو خرام آموز ہے	...

عہد طفلی

(۳)

رسالہ مخزن ماہ جولائی سنہ ۱۹۰۱ء	بانگ درا صفحہ ۸
(۱)	(۱)
تھے دیارِ نو زمین و آسمان میرے لیے	
وسعتِ آغوشِ مادر اک جہان میرے لیے	
تھی ہر اک جنبش نشانِ لطفِ جان میرے لیے	
خالی از مفہوم خود میری زبان میرے لیے	حرفِ بے مطلب تھی خود میری زبان میرے لیے
درد اس عالم میں جب کوئی رلاتا تھا مجھے	دردِ طفلی میں اگر کوئی رلاتا تھا مجھے
شورشِ زنجیرِ در میں لطف آتا تھا مجھے	

رسالہ مخزن لاہور ماہ جولائی سنہ ۱۹۰۱ء	بانگ درا صفحہ ۸
(۲)	(۲)
تکتے رہنا ہائے! وہ پہروں تلک سوئے قمر	.
وہ پھٹے بادل میں بے آوازِ پا اس کا سفر	.
پوچھنا رہ رہ کے اس کے کوہ و صحرا کی خبر	.
اور وہ حیرت دروغِ مصلحت آمیز پہ	.
آنکھ وقفِ دید تھی لب مائلِ گفتار تھا	.
دل مرا جامِ شرابِ ذوقِ استفسار تھا	دل نہ تھا میرا سراپا ذوقِ استفسار تھا

مرزا غالب

(۴)

رسالہ مخزن لاہور ماہ ستمبر سنہ ۱۹۰۱ء	بانگ درا صفحہ ۹
(۱)	(۱)
فکرِ انسان کو تری ہستی سے یہ روشن ہوا	فکرِ انسان پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا
ہے پرِ مرغِ تصور کی رسائی تا کجا	ہے پرِ مرغِ تخیل کی رسائی تا کجا
روح تھا تو اور تھی بزمِ سخن پیکر ترا	تھا سراپا روح تو بزمِ سخن پیکر ترا
زیبِ محفل بھی رہا محفل سے پنہاں بھی رہا	.
دید تیری آنکھ کو اس حسن کی منظور ہے	.
صورتِ روحِ رواں ہر شے میں جو مستور ہے	بن کے سوزِ زندگی ہر شے میں جو مستور ہے

رسالہ مخزن لاہور ماہ ستمبر ۱۹۰۱ء	بانگ درا صفحہ ۹
(۲)	(۲)
معجزِ کلکِ تصور ہے وہ یا دیوان ہے یہ	محفل ہستی تری بربط سے ہے سرمایہ دار
یا کوئی تفسیرِ رمزِ فطرتِ انسان ہے یہ	جس طرح ندی کے نغموں سے سکوتِ کوہسار
بارشِ موسیٰ کلامی ہائے ہندستان ہے یہ	تیرے فردوسِ تخیل سے ہے قدرت کی بہار
نورِ معنی سے دل افروزِ سخنداناں ہے یہ	تیری کشتِ فکر سے اُگتے ہیں عالم سبزہ وار
نقش فریادی ہے تیری شوخیِٔ تحریر کا	زندگی مضمر ہے تیری شوخیِٔ تحریر میں
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا	تابِ گویائی سے جنبش ہے لبِ تصویر میں
(۳)	(۳)
لطفِ گویائی مین تیری ہمسری ممکن نہیں	
ہو تصور کا نہ جب تک فکرِ کامل ہم نشین	ہو تخیل کا نہ جب تک فکرِ کامل ہم نشین
ہائے! اب کیا ہو گئی ہندوستان کی سر زمین!	
آہ! اے نظارہ آموزِ نگاہِ نکتہ بین!	
گیسوئے اُردو ابھی منت پذیرِ شانہ ہے	
شمع یہ جویندۂ دل سوزیِ پروانہ ہے	شمع یہ سودائیِ دل سوزیِ پروانہ ہے
(۴)	(۴)
اے جہان آباد اے گہوارۂ علم و ہنر	
ہیں سراپا نالۂ خاموش تیرے بام و در	
ترے ہر ذرہ مین خوابیدہ ہین شمس و قمر	ذرّے ذرّے مین ترے خوابیدہ ہین شمس و قمر
یوں تو پوشیدہ ہیں تیری خاک مین لاکھوں گہر	

رسالہ مخزن لاہور ماہ ستمبر ۱۹۰۱ء	بانگ درا صفحہ ۹
دفن تجھ مین کوئی فخرِ روزگار ایسا بھی ہے؟	.
تجھ مین پنہان کوئی موتی آبدار ایسا بھی ہے؟	.

ابرِ کوہسار

(۵)

رسالہ مخزن لاہور ماہ نومبر ۱۹۰۱ء	بانگ درا صفحہ ۱۱
(۱)	(۱)
ہے بلندی سے فلک بوس نشیمن میرا	
سرِ کوہسار پہ دیکھے کوئی جوبن میرا	ابرِ کہسار ہوں گل پاش ہے دامن میرا
غیرتِ تختۂ گلزار ہے مسکن میرا	کبھی صحرا کبھی گلزار ہے مسکن میرا
کہ گل افشاں ہے سرِ گوشۂ دامن میرا	شہر و ویرانہ مرا، بحر مرا، بن میرا
کسی وادی مین جو منظور ہو سونا مجھکو	
سبزۂ کوہ ہے مخمل کا بچھونا مجھکو	
(۲)	(۲)
مجھ کو قدرت نے سکھایا ہے دُر افشاں ہونا	. . . .
ناقۂ شاہدِ رحمت کا حدی خوان ہونا	. . . .
غم زدائے دلِ افسردۂ دہقان ہونا	. . . .
سبزیٔ بختِ جوانانِ گلستان ہونا	رونقِ بزمِ جوانانِ گلستان ہونا
بن کے گیسو رخِ ہستی پہ بکھر جاتا ہون	.
شانۂ موجۂ صرصر سے سنور جاتا ہون	.

رسالہ مخزن لاہور ماہ نومبر ۱۹۰۱ء	بانگ درا صفحہ ۱۱
(۳)	(۳)
دور سے دیدۂ امید کو ترساتا ہون	
جب افق پر کبھی چپکے سے چمک جاتا ہون	کسی بستی سے جو خاموش گذر جاتا ہون
سیر کرتا ہوا جس دم لب جو آتا ہون	
بالیان نہر کو گرداب کی پہناتا ہون	
دلگی کوہ کے چشمون سے مجھے بھاتی ہے	سبزۂ مزرع نوخیز کی امید ہون مین
زندگی اپنی اسی طرح گذر جاتی ہے	زادۂ بحر ہون، پروردۂ خورشید ہون مین

پرندے کی فریاد

(۶)

رسالہ مخزن لاہور ماہ فروری ۱۹۰۷ء	بانگ درا صفحہ ۲۳
(۱)	(۱)
(۱) آتا ہے یاد مجھکو گذرا ہوا زمانہ	(۱) آتا ہے یاد مجھکو گذرا ہوا زمانا
وہ جھاڑیان چمن کی وہ میرا آشیانہ	وہ باغ کی بہارین وہ سب کا چہچہانا
(۲) آزادیان کہان وہ اب اپنے گھونسلے کی	(۲)
اپنی خوشی سے جانا اپنی خوشی سے آنا	اپنی خوشی سے آنا اپنی خوشی سے جانا
(۳) لگتی ہے چوٹ دل پر آتا ہے یاد جس دم	(۳)
شبنم کا صبح آکر پھولوں کا منہ دھولانا	شبنم کے آنسوؤن پر کلیون کا مسکرانا
(۴) آتی نہین صدائین انکی مرے قفس مین	(۴) آتی نہین صدائین اسکی مرے قفس مین
ہوتی مری رہائی اے کاش میرے بس مین	

خفتگانِ خاک سے استفسار

(۷)

رسالہ مخزن لاہور ماہ فروری ۱۹۰۲ء	بانگ درا صفحہ ۲۴
(۱) رنگ خاموشی مین ہے ڈوبی ہوئی موج ہوا	(۱) غوطہ زن دریائے خاموشی مین ہے موج ہوا
ہان مگر اک دور سے آتی ہے آواز درا	...
(۲) اے مئے غفلت کے پیمانو! کہان رہتے ہو تم	(۲) اے مئے غفلت کے سرمستو! کہان رہتے ہو تم
کچھ کہو اُس دیس کی آخر جہان رہتے ہو تم	...
(۳) دل مین ہوتے ہین اسی صورت سے پیدا ولولے؟	(۳) آدمی وان بھی حصار غم مین ہے محصور کیا؟
اس ولایت مین بھی کیا مجبور کہتے ہین اُسے؟	اُس ولایت مین بھی ہے انسان کا دل مجبور کیا؟
(۴) خرمن دہقان کو ہے بجلی کا ڈر ایسا ہی کیا؟	(۴) کیا وہان بجلی بھی ہے، دہقان بھی ہے، خرمن بھی ہے؟
اُس جہان مین ہے تبسم پر خطر ایسا ہی کیا؟	قافلے والے بھی ہین؟ اندیشۂ رہزن بھی ہے؟
(۵) فکر اینٹون کی وہان بھی ہے مکان کے واسطے؟	(۵) تنکے چنتے ہین وہان بھی آشیان کے واسطے؟
تنکے چنتے ہین وہان بھی آشیان کے واسطے؟	خشت و گل کی فکر ہوتی ہے مکان کے واسطے؟
(۶) باغ ہے جنت و یا اک منزل آرام ہے؟	(۶) باغ ہے فردوس یا اک منزل آرام ہے؟
یا رخ بے پردۂ حسن ازل کا نام ہے؟	...
(۷) کیا عوض رفتار کے اس دیس مین پرواز ہے؟	(۷) ...
موت کہتا ہے جسے انسان وہ کیا راز ہے؟	موت کہتے ہین جسے اہل زمین کیا راز ہے؟
(۸) کیا دل انسان کو وان بھی ذوق استفہام ہے؟	(۸) جستجو مین ہے وہان بھی روح کو آرام کیا؟
کیا وہان بھی جستجو مین روح کو آرام ہے؟	وہان بھی انسان ہے قتیل ذوق استفہام کیا؟

شمع و پروانہ

(۸)

کلیات اقبال صفحہ ۱۳۰	بانگ درا صفحہ ۲۷
۱- پروانہ تجھ کو کرتا ہے اے شمع پیار کیون؟	۱- پروانہ تجھ سے کرتا ہے اے شمع پیار کیون؟
کرتا ہے اپنی جان کو تجھ پر نثار کیون؟	یہ جان بیقرار ہے تجھ پر نثار کیون؟
۲- کیون بیقرار کرتی ہے تیری ادا اسے؟	۲- سیماب وار رکھتی ہے تیری ادا اسے؟
آدابِ عشق تو نے سکھائے ہین کیا اسے؟	...

عقل و دل

(۹)

رسالہ مخزن لاہور ماہ مئی سنہ ۱۹۰۲ء	بانگ درا صفحہ ۲۸
(خطِ منظوم مندرجہ مخزن کا دوسرا ٹکڑا)	
۱- ہون زمین پر، گذر فلک پہ مری	۱- ہون زمین پر، گزر فلک پہ مرا
دیکھ تو کس قدر رسا ہون مین	...
۲- رہبری دہر مین ہے کام مرا	۲- کام دنیا مین رہبری ہے مرا
رشکِ خضرِ خجستہ پا ہون مین	مثلِ خضرِ خجستہ پا ہون مین
۳- دل نے سن کر کہا کہ سب سچ ہے	۳- دل نے سنکر کہا یہ سب سچ ہے
پر مجھے بھی تو دیکھ، کیا ہون مین	......
۴- ہے تجھے واسطہ مظاہر سے	۴- ......
اور باطن کو دیکھتا ہون مین	اور باطن سے آشنا ہون مین

رسالہ مخزن لاہور ماہ مئی سنہ ۱۹۰۲ء	بانگ درا صفحہ ۲۸
۵- علم کی انتہا ہے بے چینی	۵- علم کی انتہا ہے بیتابی
اس مرض کی مگر دوا ہون مین	...
۶- تو ہے وابستۂ زمان و مکان	۶- تو زمان و مکان سے رشتہ بپا
اور اس قید سے رہا ہون مین	طائرہ سدرہ آشنا ہون مین

شمع

(۱۰)

رسالہ مخزن ماہ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء	بانگ درا صفحہ ۳۲
۱- تیری طرح سے مین بھی ہون اے شمع دردمند	۱- بزمِ جہان مین مین بھی ہون اے شمع دردمند
فریاد در گرہ صفتِ دانۂ سپند	
۲- تو جل رہی ہے اور تجھے کچھ خبر نہین	۲- .....
دانائے بیقراریٔ محشر اثر نہین	بینا ہے اور سوزِ درون پر نظر نہین
۳- یہ امتیازِ رفعت و پستی اسی سے ہے	۳- .....
خوشبو ہی گل مین بادہ مین مستی اسی سے ہے	گل مین مہک شراب مین مستی اسی سے ہے
۴- بستان و بلبل و گل و بو ہے یہ آگہی	۴- .....
اصلِ نظارۂ من و تو ہے یہ آگہی	اصلِ کشاکشِ من و تو ہے یہ آگہی

ایک آرزو

(۱۱)

رسالہ مخزن ماہ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء	بانگ درا صفحہ ۳۵
۱- آزاد فکر سے ہون عزلت مین دن گذارون	۱- .....
دنیا کے غم کا کانٹا دل سے نکل گیا ہو	دنیا کے غم کا دل سے کانٹا نکل گیا ہو

آفتابِ صبح

(۱۲)

رسالہ خدنگ نظر لکھنو ماہ مئی ۱۹۰۲ء	بانگ درا صفحہ ۳۷
"آفتاب سحر"	
(۱)	(۱)
شورش مے خانۂ انساں سے بالاتر ہے تو	...
زینت بزم ملک ہو جس سے وہ ساغر ہے تو	زینتِ بزمِ فلک ہو جس سے وہ ساغر ہے تو
ہو دُرِ گوشِ عروسِ صبح وہ گوہر ہے تو	...
جس پہ رخسارِ افق نازاں ہو وہ زیور ہے تو	جس پہ سیمائے افق نازاں ہو وہ زیور ہے تو
تو وہ مطلع ہے سرِ دیوانِ عالم کے لیے	صفحۂ ایام سے داغِ مدادِ شب مٹا
خامۂ قدرت نے آبِ زر سے لکھا ہے جسے	آسمان سے نقشِ باطل کی طرح کوکب مٹا
(۲)	(۲)
بستۂ رنگِ خصوصیت نہ ہو میری زبان	...
نوعِ انسان قوم ہو میری وطن میرا جہان	...
دیدۂ باطن پہ رازِ نظمِ قدرت ہو عیان	...
ہو شناسائے فلک شمعِ تصور کا دھوان	ہو شناسائے فلک شمعِ تخیل کا دھوان
عقدۂ اضداد کی کاوش نہ تڑپائے مجھے	...
حسنِ عشق انگیز ہر شے مین نظر آئے مجھے!	...
(۳)	(۳)
تو اگر زحمت کشِ ہنگامۂ عالم نہین	...
یہ فضیلت کا نشان اے نیرِ اعظم نہین	...

رسالۂ خدنگ نظر لکھنؤ ماہ مئی ۱۹۰۲ء	بانگ درا صفحہ ۳۷
ہائے تو اپنی تجلی کا اگر محرم نہین	اپنے حسنِ عالم آرا سے جو تو محرم نہین
ہمسرِ یک ذرۂ خاکِ درِ آدم نہین	...
نورِ مسجودِ ملک گرمِ تماشا ہی رہا	...
اور تو منت پذیرِ صبحِ فردا ہی رہا	...
(۴)	(۴)
آرزو نورِ حقیقت کی ہمارے دل مین ہے	...
لیلیٰ ذوقِ طلب کا گھر اسی محمل مین ہے	...
ہائے کیا لذت کشودِ عقدۂ مشکل مین ہے	کس قدر لذت کشودِ عقدۂ مشکل مین ہے
لطفِ صد مقصد رسی اس سعی بے حاصل مین ہے	لطفِ صد حاصل ہماری سعیِ بے حاصل مین ہے
دردِ استفہام سے واقف ترا پہلو نہین	...
جستجوئے رازِ قدرت کا شناسا تو نہین	...

دردِ عشق

(۱۳)

کلیاتِ اقبال صفحہ ۱۴۲	بانگ درا صفحہ ۳
۱- خالی تری شراب سے گلشن کا جام ہو	۱- خالی شرابِ عشق سے لالے کا جام ہو
پانی کی بوند گریۂ شبنم کا نام ہو	...
۲- پوشیدہ گنج دل مین کہین راز ہو ترا	۲- پنہان درونِ سینہ کہین راز ہو ترا
اشکِ جگر گداز نہ غماز ہو ترا	...
۳- ہر دم مئے خیال کی مستی سے چور ہے	۳- ہر دل مئے خیال کی مستی سے چور ہے
کچھ اور آجکل کے کلیمون کا طور ہے	...

سیّد کی لوح تربت

(۱۴)

رسالہ مخزن ماہ جنوری ۱۹۰۳ء	بانگ درا صفحہ ۴۲
۱۔ ہے خموشی یاں رہین لذتِ تقریر دیکھ دیدہ باطن سے تو اس لوح کی تحریر دیکھ	۱۔ سنگ تربت ہے مرا گرویدہ تقریر دیکھ چشم باطن سے ذرا اس لوح کی تحریر دیکھ
۲۔ وصل کے سامان پیدا ہوں تری تقریر سے دیکھ! کوئی دل نہ دکھ جائے تری تحریر سے	۲۔ وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے دیکھ! کوئی دل نہ دکھ جائے تری تقریر سے
۳۔ ہو اگر ہاتھوں میں تیرے خامۂ معجز رقم دل ترا گیتی نما ہو گر مثال جام جم	۳۔ ... شیشۂ دل ہو اگر تیرا مثال جام جم
۴۔ پاک رکھ اپنی زبان تلمیذ رحمانی ہے تو ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو	۴۔ پاک رکھ اپنی زبان تلمیذ رحمانی ہے تو ...

انسان اور بزم قدرت

(۱۵)

رسالہ مخزن ماہ ستمبر ۱۹۰۳ء	بانگ درا صفحہ ۴۵
۱۔ صبح سورج کو جو چڑھتے ہوئے دیکھا میں نے بزم معمورۂ ہستی سے یہ پوچھا میں نے	۱۔ صبح خورشید درخشاں کو جو دیکھا میں نے ...
۲۔ مہر نے نور کا گہنا تجھے پہنایا ہے تیری محفل کو اسی شمع نے چمکایا ہے	۲۔ مہر نے نور کا زیور تجھے پہنایا ہے ...
۳۔ صبح اک گیت سراپا ہے تری عظمت کا زیر خورشید نشان تک بھی نہیں ظلمت کا	۳۔ صبح اک گیت سراپا ہے تری سطوت کا ...

رسالہ مخزن ماہ جنوری ۱۹۰۳ء	بانگ درا صفحہ ۴۵
۴۔ نور کے واسطے محتاج ہے ہستی میری اور بے منتِ خورشید چمک ہے تیری	۴۔ نور خورشید کی محتاج ہے ہستی تیری

پیام صبح

(۱۶)

کلیات اقبال صفحہ ۱۲۱	بانگ درا صفحہ ۴۷
۱۔ صدا دی اِس طرح دیوار گلشن پر کھڑی ہو کر چٹک او غنچۂ گل تو موذن ہے گلستان کا	۱۔ پکاری اس طرح دیوار گلشن پر کھڑے ہو کر ...
۲۔ گئی گورِ غریباں کو جو وہ زندوں کی بستی سے تو یوں بولی نظارہ دیکھ کر شہر خموشاں کا	۲۔ سوئے گور غریباں جب گئی زندوں کی بستی سے .....

عشق اور موت

(۱۷)

رسالہ مخزن ماہ نومبر ۱۹۰۳ء	بانگ درا صفحہ ۴۸
۱۔ سہانی نمود جہاں کی گھڑی تھی کر خود نا خوشی مست جام خوشی تھی	..... تبسم فشاں زندگی کی کلی تھی

زہد اور رندی

(۱۸)

رسالہ مخزن ماہ دسمبر ۱۹۰۳ء	بانگ درا صفحہ ۵۰
۱۔ لیکن یہ سنا اپنے مریدوں سے ہے میں نے بے لوث ہے جوں نکہتِ گل اس کی جوانی	۱۔ ..... بے داغ ہے مانند سحر اس کی جوانی

رخصت اے بزم جہان
(۱۹)

رسالہ مخزن ماہ مارچ ۱۹۰۴ء — بانگ درا صفحہ ۵۶

رسالہ مخزن	بانگ درا
۱- باغ عالم مین ہے سب کو محفل آرائی پسند	۱- بزم ہستی مین ہے سب کو محفل آرائی پسند
ہے دل شاعر کو لیکن کنج تنہائی پسند	...

طفل شیر خوار
(۲۰)

رسالہ مخزن ماہ فروری ۱۹۰۴ء — بانگ درا صفحہ ۶۰

رسالہ مخزن	بانگ درا
۱- تیرا آئینہ تھا آزاد غبار آرزو	۱- ....
وصل ہستی سے چمک اٹھا شرار آرزو	آنکھ کھلتے ہی چمک اٹھا شرار آرزو

نالۂ فراق
(۲۱)

رسالہ مخزن ماہ مئی ۱۹۰۴ء — بانگ درا صفحہ ۷۴

رسالہ مخزن	بانگ درا
۱- ذرہ میرے دل کا خورشید آشنا ہونے کو تھا	۱- ....
یہ شکستہ آئینہ عالم نما ہونے کو تھا	آئینہ ٹوٹا ہوا عالم نما ہونے کو تھا

چاند
(۲۲)

رسالہ مخزن جولائی ۱۹۰۴ء — بانگ درا صفحہ ۷۶

رسالہ مخزن	بانگ درا
۱- مین، وہ منزل ہیں ہوں تو بھی رہ منزل مین ہے	۱- ...
تیری محفل مین ہے جو سنسان میرے دل مین ہے	تیری محفل مین جو خاموشی ہے میرے دل مین ہے
۲- پھر بھی اے ماہ مبین مین اور ہوں تو اور ہے	۲- ...
یعنی مین صیاد ہوں جس کا وہ آہو اور ہے	درد جس پہلو مین اٹھتا ہو وہ پہلو اور ہے

بلالؓ
(۲۳)

رسالہ مخزن ماہ ستمبر ۱۹۰۴ء — بانگ درا صفحہ ۸۰

رسالہ مخزن	بانگ درا
۱- نظر تھی مثل سلیمان ادا شناس تری	۱- نظر تھی صورت سلمان ادا شناس تری
شراب دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری	...
۲- خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا	۲- ...
خوشا وہ روز کہ دیدار عام تھا اس کا	خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

جگنو
(۲۴)

رسالہ مخزن ماہ دسمبر ۱۹۰۴ء — بانگ درا صفحہ ۸۳

رسالہ مخزن	بانگ درا
۱- پروانہ اک پتنگا جگنو بھی اک پتنگا	...
وہ روشنی کا جویا یہ روشنی سراپا	وہ روشنی کا طالب یہ روشنی سراپا

صبح کا ستارہ
(۲۵)

رسالہ مخزن ماہ دسمبر ۱۹۰۴ء — بانگ درا صفحہ ۸۵

رسالہ مخزن	بانگ درا
۱- ہے چمکنے مین مزہ حسن کا زیور ہو کر	۱- ہے چمکنے مین مزہ حسن کا زیور بنکر
زینت تاج سر بانوے قیصر ہو کر	زینت تاج سر بانوے قیصر بنکر
۲- لاکھ وہ ضبط کرے پر مین ٹپک ہی جاؤن	۲- ...
دل سے مانند مے تند چھلک ہی جاؤن	ساغر دیدۂ پرنم سے چھلک ہی جاؤن

ہندوستانی بچون کا قومی گیت

(۲۶)

رسالہ مخزن ماہ فروری ۱۹۰۵ء	بانگ درا صفحہ ۸۷
۱- بندے کلیم جس کے پربت جہان کے سینا	۱- ......
نوح نبی کا ٹھیرا آکر جہان سفینا	نوح نبی کا آکر ٹھیرا جہان سفینا

نیا شوالہ

(۲۷)

رسالہ مخزن ماہ مارچ ۱۹۰۵ء	بانگ درا صفحہ ۸۸
۱- آمل کے غیریت کے پردون کو پھر اٹھا دین	۱- آغیریت کے پردے اک بار پھر اٹھا دین
بچھڑون کو پھر ملا دین نقش دوئی مٹا دین	...
۲- سونی پڑی ہوئی ہے مدت سے جی کی بستی	۲- سونی پڑی ہوئی ہے مدت سے دل کی بستی
آ اک نیا شوالہ اس دیس مین بنا دین	...
۳- ہے ریت عاشقون کی تن من نثار کرنا	۳- شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت مین ہے
رونا ستم اٹھانا اور ان کو پیار کرنا	دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت مین ہے

(باقی)

ادبیات

انقلاب

از جناب سید محمود حسن صاحب قیصر امروہوی

اے وقت آ چکا ہے کوئی پھر تازہ انقلاب
ہے تیز نبض دہر، عناصر مین پیچ و تاب

مائل ہے جبر و ظلم پہ سرہنگ روزگار
ہر دم ہے قلب سینۂ گیتی مین اضطراب

ہے خار چشمِ حق مین یہ دنیائے رنگ و بو
تلوار کی بہار ہے انسان کا خون ناب

انکار دین بن گیا، معیارِ اوجِ فکر
الحاد ہے کتابِ شرافت کا ایک باب

ہر دم نیا نظام ہے دنیا کے سامنے
ہر سانس اک پیام ہو ہر دم اک انقلاب

حبل المتین کو دستِ خرد سے دئے ہوئے
میدان ارتقا مین تمدن ہے رخش تاب

عزم و ضمیر، ردکش آہنگ بولہب
تخئیلِ آرزو گنہِ اہرمن کا خواب

لطفِ خرام ساقی و ذوقِ نوائے چنگ
رقص و سرود و غنچہ و شاہد و شراب

آلودۂ تصورِ عصیان دماغ و فکر
ہر سانس اک گناہِ کبیرہ کا ارتکاب

بے آگہی بہ نغمہ، ضمیر و حواس و عقل
رنگین بہ بادہ سبحہ و سجادہ و کتاب

ارزانی متاعِ نظارہ وہ ہر قدم
رقصِ صنم وہ دعوتِ بدمستی و شراب

نذر بتان کئے ہوئے نقد متاعِ علم
واعظ عبا کی اوٹ مین پینے لگا شراب

اعلانِ فسق ننگ کا موجب نہین رہا
معمول روز و شب ہے کبائر کا ارتکاب

جسمِ نفاق و شرک پہ اسلام کی قبا
تہذیبِ نو کے جام مین احکام کی شراب

الجھے ہوئے مجاز مین اندیشہ و خرد
افکار پر محیط ہے پندار کا سحاب

تنگ آگئی ہے جور سے دنیائے آب و گل
لبریز ہو چکا ہے ایاغِ شکیب و تاب

بیدار ہو چکا ہے جہان، دیر ہو گئی
اب چاہتی ہے چشمِ زمانہ سکونِ خواب

اے روح بیقرار نہ ہو انتظار کر
بدلا ہی چاہتا ہے سکون سے یہ اضطراب

سمجھے ہوئے ہین جس کو خزان وہ خزان نہین
ترتیبِ نو کا ہے چمنستان کا فتح باب

ہر ایک پر یہی ہے پیامِ نظامِ نو
یعنی کہ انقلاب کو لازم ہے انقلاب

غزل

از جناب ڈاکٹر محمد عزیر صاحب

سوزِ نہان سے، لذّتِ آہ و فغان سے دور
ہم تجھ سے دور ہو کے رہے لطفِ جان سے دور

کیا مرتبہ ہے صاحبِ تسلیم و صبر کا
تجھ سے قریب، دسترسِ آسمان سے دور

کیا طرفہ ماجرا ہے محبت کا ماجرا
سود و زیانِ عشق ہے سود و زیان سے دور

مقتل سہی وہ کوچہ مگر اہلِ شوق نے
پایا اُسے نہ زندگیِ جاودان سے دور

پھر سجدہ ہائے شوق مین مصروف ہے جبین
پھر وہ نگاہِ لطف ہے شرح و بیان سے دور

قربِ حضورِ دوست بہت دور ہے عزیر
جب تک مقامِ دل نہ ہو دونون جہان سے دور

مطبوعات جدیدہ

مسلمان شاہی خاندان اور اُن کے سلسلے

مترجمہ جناب عبدالرحمٰن خان صاحب سابق وائس چانسلر جامعہ عثمانیہ تقطیع اوسط ضخامت ۲۰۳ صفحے، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر، قیمت پانچ روپے، پتہ ادارۂ ادبیات اردو خیریت آباد حیدر آباد دکن۔

مسلمانون نے اپنے دورِ عروج مین دنیا کے مختلف حصّون مین بہت سی حکومتین قائم کین، اور یکے بادیگرے اُن کے بہت سے خانوادے حکمران ہوئے، ان مین سے بڑی بڑی حکومتین تو عام طور سے معلوم و مشہور ہین لیکن بہت سی چھوٹی چھوٹی حکومتون کے نام سے بھی لوگ کم واقف ہین، عربی مین بھی کوئی ایسی جامع کتاب نہین ہے جس مین چھوٹی بڑی تمام حکومتون کا استقصا کیا گیا ہو، زرق اللہ منقلوطی مصری کی تاریخ دول الاسلام مین بھی جو انیسوین صدی کے آغاز کی تصنیف اور اس موضوع پر سب سے زیادہ جامع کتاب ہے، بہت سی حکومتون کے حالات نہین ہین، مشہور انگریز مستشرق اسٹینلی لین پول نے جن کو اسلامی تاریخ کے مورخ کی حیثیت سے خاص شہرت حاصل ہے، دی محمڈن ڈائناسٹیز کے نام سے انگریزی مین ایک کتاب لکھی تھی، مذکورہ کتاب اسی کا ترجمہ ہے اس مین آغاز اسلام سے اٹھارہوین صدی کے آخر تک کے ایک سو اٹھارہ مسلمان حکمران خاندانون اور اُن کی حکومتون کا مختصر ذکر ہے، مصنف کا مقصد صرف ان کا نقشہ مرتب کرنا تھا اس لئے اس مین انکے سیاسی معاملات نہین ہین، بلکہ ہر حکومت کی بقدر تعارف تاریخ اور اُن کے حکمرانون کی فہرست ہے، اس کتاب کی تالیف کے زمانہ یعنی اٹھارہوین صدی سے اس وقت تک اسلامی دنیا مین جو تغیرات ہوئے ہین، اور جو پرانی حکومتین ختم ہو کر اُن کی

نئی حکومتیں قائم ہو گئی ہیں، مترجم نے دیباچہ میں ان کا مختصر تذکرہ کر دیا ہے، اور اب اس کتاب سے خلافت راشدہ سے لیکر اس وقت تک کی تمام اسلامی حکومتوں کا نقشہ معلوم ہو جاتا ہے، اس حیثیت سے یہ کتاب قابل قدر ہے،

معدنی دباغت از جناب سید امداد علی صاحب دباغ سیلانوی تقطیع بڑی ضخامت ۱۰۹ صفحے کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت مجلد عار بلا جلد عہ، پتہ مصنف مقام مرار ریاست گوالیار سے ملے گی،

جانوروں کی کھال بھی ملک کی آمدنی کا ایک معقول ذریعہ اور اس کی دباغت ایک معاشی صنعت اور مستقل فن ہے، اردو میں اس فن پر کوئی کتاب نہیں تھی، مصنف نے جو اس فن کے ماہر اور ریاست گوالیار کی لیدر فیکٹری کے منیجر رہ چکے ہیں، اس موضوع پر یہ کتاب لکھی ہے، اس میں فن دباغت کی مختصر تاریخ کھالوں کی حفاظت اور ان کی دباغت کے طریقوں، اور اُن سے متعلق جملہ معلومات کو بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، اور اُن کی عملی تشریح کے لئے بہت سی تصویریں اور نقشے بھی کتاب میں دیدیئے ہیں اردو میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے، جس میں بڑے کارخانوں کی اعلیٰ دباغت سے لے کر دیہاتوں کے سادہ طریقوں تک کے لئے یکساں مفید معلومات ہیں جو اس فن کے کاریگروں کیلئے نہایت مفید ہیں

قانون بین الممالک از جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب استاذ قانون بین الممالک جامعہ عثمانیہ تقطیع چھوٹی ضخامت ۲۵۰ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت مجلد تین روپیہ، پتہ احسان بک ڈپو، رسالہ عبد اللہ حیدرآباد دکن،

مصنف کی علمی شہرت تعارف سے مستغنی ہے، عرصہ ہوا انھوں نے قانون بین الممالک اور ان کے اصول ونظیروں یعنی مختلف سلطنتوں کے باہمی تعلقات کے دستور العمل اور اُن سے متعلقہ قوانین پر یہ کتاب لکھی تھی اب مزید ترمیم واضافوں کیساتھ اس کا دوسرا اڈیشن شائع کیا ہے، ہندوستان کی آزادی کے بعد خارجہ تعلقات کی بنا پر اب ہندوستان

میں بھی قانون بین الممالک کی اہمیت بڑھ گئی ہے، اور متعدد یونیورسٹیوں میں اس کے شعبے قائم ہو گئے ہیں، اس لئے اردو میں ایسی کتابوں کی ضرورت ہے، طلبہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں،

تحقیقی مقالے از جناب محمد معین الدین صاحب دردائی تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۵۶، کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت مجلد عار، پتہ محمد مظفر الدین بی اے پاکستان کتاب گھر، منیا،

یہ کتاب اردو زبان وادب سے متعلق مصنف کے چار مقالوں کا مجموعہ ہے، پہلے مقالہ میں اردو کی تاریخی اہمیت دکھائی گئی ہے، دوسرے میں اس کی پیدائش اور ترقی کی تاریخ بیان کی گئی ہے، تیسرے میں اردو نثر کی سرگذشت ہے، چوتھے میں دکن کے قدیم مثنوی گو شعراء کا مختصر تذکرہ اور ان کی مثنویوں پر تبصرہ ہے، ان مقالوں میں اگرچہ کوئی نئی تحقیق نہیں ہے، بلکہ پُرانے معلومات کو سلیقہ کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے، تاہم اردو زبان وادب کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے اجمالی معلومات کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہے،

حضور انور از مولانا صبغۃ اللہ صاحب فرنگی محلی تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۴۰، صفحے کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت قسم اوّل ۱۲؍ قسم دوم ایک روپیہ، پتہ مکتبہ جامعہ علمیہ وصدیقی بک ڈپو امین آباد لکھنؤ، انصاری لائبریری فرنگی محل لکھنؤ، ورافع بک ڈپو بندر روڈ کراچی،

اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سیرت پاک قلمبند کی گئی ہے، مصنف کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کچھ حصہ مصر کے ایک اہل قلم احمد تاجی کی کتاب النبی الاعظم کا ترجمہ اور کچھ حصہ خود اُن کی تالیف ہے، زبان صاف اور سلیس اور انداز بیان شگفتہ اور بچوں کے پڑھانے کے لائق ہے، اگر سوانح نبوی کے ساتھ اسوۂ حسنہ کے کچھ واقعات بھی بڑھا دیئے جاتے، تو کتاب اور زیادہ مفید ہو جاتی،

آئینہ از جناب حاجی اصطفا خان صاحب مالک کارخانہ عطر اصغر علی ومحمد علی لکھنؤ تقطیع اوسط ضخامت ۳۲۰ صفحے کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت مجلد عار، پتہ: خانہ جنگ لکھنؤ،

مصنف کو فنون لطیفہ سے خاص ذوق ہے، بعض فنون میں ان کی مہارت کل ہند شہرت

رکھتی ہے، شعر و سخن سے بھی اُن کو ذوق ہے، آئینہ اُن کے کلام کا مجموعہ ہے، اس کے شروع مین مصنف کے قلم سے اُن کے مختصر حالات اور جناب نگہت شاہجہانپوری کے قلم سے کلام پر تبصرہ ہے، اصل مجموعہ، حمد، نعت، منقبت، غزلیات، نظمون، رباعیات، قطعات، سہرے، تاریخ وغیرہ بہت سے اصناف سخن پر مشتمل ہے، جو مصنف کی قدرتِ کلام کا ثبوت ہے، اور ہر صنف مین مشق سخن کی پختگی نمایان ہے، زبان صاف و شستہ انداز بیان شگفتہ، خیالات مین حسن مذاق کے ساتھ تغزل کی رنگینی، اور جا بجا با وہ معرفت کی چاشنی بھی ہے، نعت و منقبت اور صوفیانہ مضامین مین اعتدال قائم رکھنا بہت مشکل ہے، اس لئے مصنف سے بھی کہین کہین بے اعتدالی ہو گئی ہے، مجموعی حیثیت سے آئینہ اصحاب ذوق کے مطالعہ کے لائق ہے،

مفتاح العربیہ از جناب مولانا محفوظ الرحمن صاحب پارلیمنٹری سکریٹری تقطیع اوسط، ضخامت ۱۲۰ صفحے، کاغذ معمولی کتابت و طباعت بہتر قیمت ۱۲؍ پتہ:- اکلیں پرنٹنگ پریس، بہرائچ،

آج کل بڑے بڑے تعلیم یافتہ مسلمان تک کلام مجید کے معنی و مطالب کو نہین سمجھ سکتے، مذہب سے بے توجہی کے علاوہ اسکی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ عربی کی باقاعدہ تعلیم مین بڑا وقت صرف ہوتا ہو اس لئے جن لوگون کو مذہب کا ذوق بھی ہو ان کو بھی عربی کی تعلیم کا وقت نہین ملتا، اس مشکل کو حل کرنے کے لئے خاص طور سے کلام مجید کی تعلیم اور اسکے ترجمہ کی استعداد پیدا کرنے کے لئے بہت سی کتابین لکھی گئی ہین، اور اس سلسلہ مین لکھنؤ کا ادارہ تعلیمات اسلامی بڑا کام کر رہا ہو، مصنف نے بھی جن کو عربی کی تعلیم و تدریس کا وسیع تجربہ ہو اس مقصد کے لئے مفتاح العربیہ لکھی ہو اس مین صرف و نحو کے ضروری قواعد کو کلام مجید ہی کے الفاظ و فقرون سے سمجھایا گیا ہو اور اسکی مشقین لغات اور ادب کے فقرون سے بھی دی گئے ہین جس سے بقدر ضرورت عربی کی تعلیم کے ساتھ ہی ساتھ کلام مجید کے ترجمہ کی استعداد بھی پیدا ہوتی جاتی ہو، اور ایک پڑھا لکھا شخص اس کتاب کی مدد سے چند مہینون مین کلام مجید کا معمولی ترجمہ آسانی کیساتھ کر سکتا ہو،

"م"

جلد ۶۴ ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۸ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۴۹ء عدد ۳

مضامین